اصلاح



مولانا السید علی حیدر صاحب قبلہ دام برکاتہم

مقام اشاعت

کھجوا (صوبہ بہار)

چندہ سالانہ عسر دو روپیہ

فرار اڈیٹر النجم مولوی عبدالشکور صاحب اڈیٹر النجم لکھنؤ کا جناب مولانا سید علی حیدر صاحب
رسالہ اصلاح سے مناظرہ کیلئے آنا اور بغیر مناظرہ شرمناک فرار اختیار کرنا قابل دید ہے قیمت

فتح الرحمان اڈیٹر النجم کا دوبارہ مولانائے ممدوح سے مناظرہ کی ہمت کرنا اور فرار کرنا

فتح مبین اس رسالہ میں بھی اڈیٹر النجم کے مناظرہ سے فرار کرنے اور ضلع سارن کے مشہور عالم
مولوی حکیم فتح محمد صاحب کے شیعہ ہو جانے کا دلچسپ تذکرہ ہے قیمت ۴ر

فتح القدیر اڈیٹر النجم نے بمبئی میں جاکر شیعوں سے جو مناظرہ کیا اس پر مفصل تبصرہ قابل دید

قول کریم - ایک سنی عالم کا اڈیٹر النجم پر اعتراض کہ خود اہلسنت کی کتابیں تحریف قران کے مضامین سے
ہیں پھر تم کیوں شیعوں پر اعتراض کرتے ہو۔ قابل دید ذخیرہ ہے جسمیں پوری تحقیق اور جامعیت سے ثا
کیا ہے کہ اہلسنت تحریف قران کے قائل ہیں اور ان کی کتابوں سے قران کی تحریف اس طرح وا
کہ کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا۔ آج تک اڈیٹر النجم سے بھی اس کا جواب نہیں ہو سکا۔ قیمت عہ ر

معراج شہادۃ شہادت حضرت امام حسینؑ کے متعلق خان بہادر سید خیرات احمد صاحب کی
کتاب "نورایمان" کا زبردست رسالہ بہت دلچسپ۔ مفید اور بصیرت افروز ہے۔ قیمت ۲ر

آل و اصحاب اس رسالہ میں دکھایا ہے کہ اہلبیت طاہرینؑ کے ساتھ صحابۂ رسول کا سلوک
ان لوگوں نے امانت رسولؐ سے کس درجہ بے رخی کی۔ واقعہ کربلا کے وقت کتنے صحابہ موجود
انھوں نے ذرہ برابر بھی ادھر توجہ نہیں کی۔ حالانکہ اگر وہ مدد کرتے تو امام مظلوم شہید نہیں ہوتے
مفید اسلامی تاریخی تحقیقات کا ذخیرہ ہے قیمت ۱۲ر

وضو میں پاؤں پر مسح کرنا فرقہ اہل القرآن نے جو پنجاب میں پیدا ہوا ہے قران سے
چاہا کہ وضو میں پاؤں دھونے کا حکم ہے اس کے جواب میں دفتر اصلاح سے ا
مفصل شائع کرکے ثابت کر دیا گیا کہ قرآن مجید وضو میں پاؤں پر مسح ہی کا حکم دیتا ہے
سے یہ رسالے لکھے گئے کہ اہل قران کو بھی مان لینا پڑا قیمت ۴ر

اسلامی خدا توحید خدا کو آیات قران مجید سے بہت مفصل اور جامعیت سے ثابت کر
کر دیا ہے کہ جس طرح اسلام خدا کی توحید سکھاتا ہے دنیا کا کوئی فرقہ نہیں سکھا سکتا قیمت

زنانی مجالس میں خدا کے فضل سے گھر گھر ہونے لگیں مگر افسوس حدیث کی ایسی کوئی کتاب نہ
جو خاص عورتوں کے پڑھنے کیلئے لکھی گئی ہو اور جسمیں عقائد فضائل و مذہبی معلومات کے سا

(بقیہ ٹیٹل کے صفحہ ۳ پر آخر رسالہ میں ملاحظہ ہو)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ

اصلاح

جلد ۴۰	ماہ رمضان المبارک ۱۳۵۵ ہجری	نمبر ۹

فہرست مضامین

اراصلاح حسب ذیل ہمدردان دین وملت نے اپنے رسالہ اصلاح کو جدید خریدار عنایت فرما کر شکر گزار کو جزائے خیر دے (۳۴) جناب مرزا حیدر رضا صاحب ہیڈ محرر پولیس ضلع کھیری (۳۵) جناب منشی سید العبد حسن ہیڈ کانسٹبل کانپور (۳۶) جناب سید مکرم حسین صاحب انسپکٹر ابکاری بتیا ۱ (۳۷) جناب منشی سید اقبال حسین صاحب کمپونڈر جالندھر ۲ (۳۸) جناب سید علی جعفر صاحب فاضل جونپوری ۱ (۳۹) جناب منشی سید لیاقت حسین صاحب صلعدار کورٹ امیٹھی ۱ (۴۰) جناب لوی صاحب کیرانہ ۱ (۴۱) جناب ماسٹر سید فیض حسین صاحب تحصیلداری سرگودھا ۱ (۴۲) جناب منشی شبیر حسین صاحب پولیس کانپور ۳ نائب سید نذیر حسین صاحب قانون ضلع گورکھپور ۱ (۴۳) جناب سید نشاد رضا صاحب جعفری سب جسٹرار رائے پور ۱ (۴۵) جناب حکیم بمبئی ۲ (۴۶) جناب مولوی خادم علی صاحب بستی شادوخاں ۱ (۴۷) جناب ملک فتح محمد خاں صاحب آوان پٹواری نہر خیٹالہ ضلع غلام نعمت اللہ خاں صاحب لدھیانہ ۲ (۴۹) جناب مولوی حکیم سید علی رضا صاحب صنعدار نانڈیر دکن ۱ (۵۰) جناب حکیم سید علی احمد صاحب جے پور ۱ علی اطہر صاحب اور سیرا جو بتیا ۱ (۵۱) جناب سید احمد علی شاہ صاحب انسپکٹر مظفر گڈھ ۲ (۵۳) جناب منشی سید علی محمد صاحب نامی وکیل (۵۴) جناب سید محمد عادل صاحب گورکھپور ۱ (۵۵) جناب مولوی سید تقی حسین صاحب منصف ونڈ گل دکن ۱ (۵۶) جناب سید نذر حسین شاہ صاحب دمنا زیارت ضلع ظفر حسین صاحب لنکا کرشنائی گورکھپور ۱ (۵۸) جناب سید طالب حسین صاحب کانسٹبل حاجی پور ضلع جالندھر ۱ (۵۹) جناب غلام نقی صاحب کراچی ۱ سید اعجاز حسین صاحب بھوجوی کلرک پورینہ ۱

عقد ام کلثوم پر ایک نظر

یہ تسلیم کرنا ناگزیر ہے کہ علماء عظام اہل تشیع کو شروع سے علم کلام سے ایک خاص اُنس رہا ہے اور یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ دنیا کے کسی مذہب نے علم کلام میں علماء کرام اہل تشیع کے برابر ترقی نہیں کی۔ طرماح کی حاضر جوابی۔ مومن طاق کے مناظرے۔ بہلول دانا کے نکات۔ علامہ حلی کے معارف۔ احقاق الحق کے حقائق۔ عبقات کے دقائق۔ تاریخ علم کلام میں زریں حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔ لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ علم کلام کے شوق نے بعض اعلام کو علم رجال کی طرف کما حقہ متوجہ نہیں ہونے دیا اور جبکہ اشاعرہ عقل وخرد سے بیگانہ ہو کر نقد رواۃ کی طرف متوجہ تھے۔ ہمارے علماء کرام نے بعض روایات کی تضعیف کے بجائے عقلی تاویلات پر اکتفا فرمائی۔ کہنے کو ایک ایک اعتراض کے سو سو جواب دیئے گئے مگر عقول کے اختلاف کی وجہ سے جواب بھی مختلف ہو گئے۔ ادھر اشاعرہ بھی نقد رواۃ کے باوجود اختلاف سے نہ بچ سکے۔ جامعین حدیث نے کوشش کی کہ صرف صحیح احادیث جمع کی جائیں۔ مگر نتیجہ یہ ہوا کہ خود صحیح بخاری میں بھی متضاد روایات درج ہو گئیں۔ علمائے رجال اہلسنت ہمت کر کے بڑھے کہ اس ڈوبتی ہوئی ناؤ کو ہم پار لگائیں گے مگر انجام یہ ہوا کہ اختلاف آغاز سے بھی زیادہ ہو گیا کسی نے عبدالرزاق کو امام مانا (بستان المحدثین) کسی نے اس کو رافضی جانا (تہذیب التہذیب) اور ایک عبدالرزاق پر کیا منحصر ہے۔ اہلسنت کا کوئی راوی ایسا نہیں جس کی توثیق میں اختلاف نہ ہو۔ جب امام المحدثین حضرت بخاری جرح سے محفوظ نہیں رہے تو کسی اور کا کیا ذکر اگر مدیر النجم کا یہ فتوی صحیح ہے (اور یقیناً صحیح ہو گا کیونکہ وہ خیر سے امام اہلسنت بھی ہیں) کہ جرح تعدیل سے بہتر ہے تو اہلسنت کی کوئی حدیث معتبر نہیں رہے گی۔ کیونکہ رجال اہلسنت میں کوئی راوی ایسا نہیں ہے جسکی جرح نہ کی گئی ہو کما قلت۔ میرے پاس بعض مومنین عظام کے خطوط آئے کہ مدیر النجم مناقب امیر المومنین علیہ السلام کی بعض روایات کو ضعیف فرماتے ہیں اور میں نے انہیں جواب دیا کہ مدیر النجم کی ترکیب یہ ہوتی ہے کہ اگر کسی راوی کی دس محدثین نے توثیق کی اور ایک نے تضعیف تو وہ اس ایک محدث کی جرح اس عجیب وغریب کلیہ کے ساتھ پیش فرما دیتے ہیں کہ جرح ہر حالت میں تعدیل سے

بہتر ہے۔ حالانکہ اگر اس نظریہ کو تسلیم کرلیا جائے تو مناقب حضرت امیرالمومنین ع کا کیا ذکر آنحضرت صلعم کی نبوت اور خداوند عالم و عالمیان کی وحدانیت بھی اہلسنت کی کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہوسکتی۔ حضرات اہلسنت کے جوامع حدیث حکومت وقت کی سرپرستی میں مرتب ہوئے۔ ان کی کتب رجال حالت امن وامان میں مدون ہوئیں لیکن اس کے باوجود انھیں شیعی جوامع حدیث یا شیعی کتب رجال سے دور کی نسبت بھی نہیں ہے۔ حالانکہ شیعہ جامعین کو نہ حکومت وقت کی سرپرستی حاصل تھی نہ امن وامان میسر تھا۔ بعض ضعیف احادیث اصول اربعہ میں بھی موجود ہیں لیکن خدا جزائے خیر کرامت فرمائے علمائے رجال کو جنھوں نے رجال کو اتنا مستحکم کردیا ہے کہ نقد رواۃ کے بعد کوئی اختلاف یا تضاد باقی نہیں رہتا۔ ہمارے زمانہ کے بعض علماء علم کلام کی طرف اس شدومد سے متوجہ ہوئے کہ انھوں نے عقلی تاویل پر اکتفا فرماکر ضعیف سے ضعیف حدیث کو ضعیف فرمانا گوارا نہیں کیا اور رفتہ رفتہ عوام کی یہ حالت ہوگئی کہ وہ اصول اربعہ کا کیا ذکر زاد المعاد وغیرہ کی غیر مسند روایات کو صحیح سمجھنے لگے اور کافی کا ف لشیعتنا کو امام عصر علیہ السلام کا ارشاد سمجھ کر کافی کو صحیح بخاری کی طرح مثیل قرآن سمجھنے لگے۔ حالانکہ ہم حدیث کی کسی کتاب کو قرآن مجید کی طرح معصوم اور جرح وتعدیل کے میزان اعتبار سے بلند نہیں سمجھتے ہیں" (تدوین حدیث مصنفہ مولانا سید علی نقی صاحب مجتہد العصر سرپرست امامیہ مشن ص۲۳) یہ شرف صرف حضرات اہلسنت کو حاصل ہے کہ انھوں نے کبھی ؎

ان الہدایہ کالقرآن قد نسخت ما صنفوا قبلہا فی الشرع من کتب

(مقدمہ ہدایت) فرماکر ہدایہ کو کالقرآن فرما دیا۔ اور کبھی "ابوزرعہ رازی کہ رئیس محدثین است گفتہ است کہ اگر شخصے بطلاق زن خود سوگند خورد کہ آنچہ در موطا است بلا شک وشبہہ صحیح است حانث نشود" (بستان المحدثین مصنفہ شاہ عبدالعزیز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص۔) ارشاد فرماکر موطا کو مثیل قرآن بنا دیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے نزدیک تمام شیعی جوامع میں کتاب مستطاب کافی کا درجہ صرف اس لیے سب سے بلند ہے کہ علامہ کلینی علیہ الرحمۃ والرضوان حضرات ائمہ علیہم السلام سے قریب العہد بلکہ

ایک حد تک ہم عصر تھے اور علامہ کلینی علیہ الرحمہ نے نقل متن و اسناد میں نہایت ضبط و اتقان سے کام لیا ہے۔ لیکن بقول علامہ علی نقی صاحب مجتہد اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اس کی ہر حدیث صحیح السند اور قطعی الورود ہے اور نہ ہمیں یہ تسلیم ہے کہ یہ کتاب حضرت صاحب الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش ہوئی اور حضور نے اس کے متعلق کافٍ لشیعتنا فرمایا۔ یہ ایک ایسی غلط حکایت ہے جس کا کوئی ثبوت کتب احادیث و رجال میں نہیں ہے (تدوین حدیث ص۱۱۲) ہم جانتے ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ علامہ کلینی علیہ الرحمہ نے ایسے خوف و فتنہ کے زمانہ میں کافی کی تدوین کی جب زمین و آسمان شیعوں کے دشمن ہو رہے تھے اس لئے کافی میں بعض ضعیف احادیث کی موجودگی ہمارے لئے باعث استعجاب نہیں ہے خصوصاً نظر بایں کہ صحاح ستہ اہلسنت میں حکومتِ وقت کی سرپرستی کے باوجود صدہا ضعیف روایات موجود ہیں بلکہ ہمارا تو عقیدہ ہے کہ ہمارے اصول اربعہ کی ضعیف السند روایات اہلسنت کے صحاح ستہ کی صحیح ترین روایات سے زیادہ قرین قیاس اور مطابق عقل ہیں۔ سطور بالا میں موطا شریف کی جلالتِ قدر کے متعلق رئیس المحدثین ابو زرعہ رازی کا فتوےٰ پیش کیا جا چکا ہے۔ اب یہ بھی ملاحظہ فرمالیجئے کہ اس زبانی دعوے کی اصلیت کیا ہے۔ یوں ہونے کو موطا شریف میں تحریف قرآن کی بھی روایات ہیں اور توہین رسول کی بھی لیکن سب سے زیادہ دلچسپ چیز اس کا تضاد ہے جسکی موجودگی میں موطا "بلا شک و شبہ صحیح ہے" کے بجائے "بلا شک و شبہہ غلط" ہو جاتی ہے۔ تضاد کی مثالیں کثیر ہیں لیکن میں صرف ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں۔ مالک عن زید بن اسلم ان تفسیر ھذہ الآیۃ یا ایھا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الخ ان ذالکم اذا قمتم من المضاجع یعنی النوم والامر عندنا انہ لا یتوضا من رعاف ولا یتوضا الا من حدث یخرج من دبر او ذکر او نوم (موطا مطبوعہ مجتبائی پریس دہلی) مالک نے زید بن اسلم سے آیۂ وضو کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ جب تم سو کر اٹھو (تو وضو کرو) اور ہمارے نزدیک امر صحیح یہ ہے کہ نکسیر پھوٹنے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور نکسیر کا کیا ذکر دبر اور ذکر سے کسی حدث کے اخراج اور نوم کے علاوہ کسی دوسری چیز سے وضو نہیں ٹوٹتا

قطع نظر اس امر کے کہ اذا قمتم الی الصلوٰۃ کے عام حکم کو اذا قمتم من المضاجع سے خاص کرنا ایک جدت خیز تفسیر ہے۔ اسی صفحے میں یہ روایت بھی موجود ہے۔ مالک عن نافع عن ابن عمر انہ کان ینام جالساً ثم یصلی ولا یتوضأ مالک نے نافع سے روایت کی ہے کہ ابن عمر بیٹھ کر سو جاتے اور پھر بغیر وضو کے نماز پڑھ لیتے۔

اور اسی موطا کے ص۱۵ پر یہ روایت موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رعاف کا گیا ذکر محض مس ذکر سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ مالک عن نافع ان عبد اللہ ابن عمر کان یقول اذا مس احدکم ذکرہ فلیتوضأ فقد وجب علیہ الوضوء مالک نے نافع سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر فرماتے تھے کہ جب تم سے کوئی اپنا ذکر چھوئے تو وضو کرے اس پر وضو کرنا واجب ہو گیا۔

یہ واضح رہے کہ مالک عن نافع عن عبد اللہ بن عمر کی سند اصح الاسانید ہے اور اسے حضرات اہلسنت کا سلسلۃ الذہب سمجھنا چاہئے لیکن اس کے باوجود امام مالک نے پر اس روایت کے خلاف فتوے دیا۔ اب یا تو یہ تسلیم کیجئے کہ امام مالک (جو بقول امام شافعی "امام الناس فی الفقہ والحدیث تھے") نے خلیفہ زادے کے قول کو قطع نہیں سمجھا اور یا پھر نافع کی روایت کو لائق اعتنا تصور نہیں فرمایا۔ بہر حال تضاد ثابت ہو گیا اور رئیس المحدثین ابو زرعہ رازی کا یہ فتوے "کہ اگر شخصے بطلاق زن خود سوگند خورد کہ آنچہ در موطا ست بلا شک وشبہ صحیح ست حانث نشود" ایک مضحکہ خیز فتوے بن گیا۔ موطا پر منحصر نہیں صحاح ستہ کی امتیازی خصوصیت صحیح احادیث کا متضاد ہونا ہے۔ بلا شک وشبہ استبصار اور بعض دیگر شیعی جوامع میں غیر شیعہ یا ضعیف رواۃ کی روایات کی وجہ سے تضاد موجود ہے لیکن یہ تضاد نقد رواۃ کے بعد باقی نہیں رہتا۔ ہاں حضرات اہلسنت کی صحیح ترین روایات میں نقد رواۃ کے بعد بھی تضاد کسی طرح زائل نہیں ہوتا۔ مگر قابل افسوس ہے یہ امر کہ فی زماننا ایڈیٹر النجم وغیرہ اختلافی روایات کے بعض راویوں پر غیر معروف علماء کی جرح وارد کر کے صحیح سے صحیح حدیث (مثلاً حدیث غدیر و حدیث ثقلین) کو کم از کم جہلا کی نظر میں ضعیف بنا دیتے ہیں اور ہمارے بعض اعلام ضعیف یا غیر شیعہ راویوں کو

روایات (مثلاً جناب اسمعیلؑ کے متعلق بدا وغیرہ) کو بھی ضعیف نہیں فرماتے بلکہ ان روایات کی تاویل فرمانے اور فریق مخالف کو الزامی جواب دینے پر اکتفا فرماتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر کسی سنی کے سامنے کوئی اختلافی روایت پیش کی جاتی ہے تو وہ متوحش نہیں ہوتا اور اپنا آموختہ سنانا شروع کر دیتا ہے کہ علامہ ابن تیمیہ کے نزدیک یہ روایت موضوع ہے اور علامہ ذہبی نے اسے ضعیف بتایا ہے۔ لیکن اگر کسی شیعہ کو کوئی اختلافی حدیث سنائی جاتی ہے تو وہ یا تو متوحش ہو جاتا ہے اور یا پھر مختلف لیکن متضاد عقلی دلائل پیش کرانے پر اکتفا کرتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ناصر الملت مدظلہم العالی ایسے متبحر عالم اور مدیر محترم جریدۂ اصلاح ایسے جید متکلم ان دسیسہ کاریوں کو طشت از بام کرتے رہتے ہیں مگر پھر بھی ضرورت ہے اور شدید ضرورت ہے اس امر کی کہ ایک تذکرۃ الموضوعات شائع کیا جائے تاکہ مرکزی مقامات سے دور رہنے والے مومنین بھی حضرات اہلسنت کے مکائد کا شکار نہ ہونے پائیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ عقلی دلائل کو ترک کیا جائے مگر میرا یہ منشا ضرور ہے کہ جب حضرات اہلسنت اپنی صحیح ترین روایات کو بھی کسی شدید یا غیر معروف عالم کے قول کے مطابق ضعیف فرما دیتے ہیں تو ہم تاویل کے ساتھ ساتھ اپنی واقعی ضعیف روایات کے ضعف کا اظہار کیوں نہ کریں؟ اس زمانہ میں میری نظر سے عقد ام کلثوم کے متعلق بعض سنی اعلام کے رسائل گذرے اور مدیر محترم جریدۂ اصلاح کے توسط سے بعض شیعہ حضرات کے جواب بھی وصول ہوئے۔ حضرات اہلسنت نے حسب معمول اپنی روایات سے خوامخواہ انکار کیا ہے اور شیعوں کی ضعیف بلکہ موضوع اور غیر مسند روایات سے احتجاج کیا ہے اور حضرات اہل تشیع نے حسب دستور علم کلام سے کام لیا ہے اور فریق مخالف کو الزامی جواب دینے پر اکتفا فرمائی ہے۔ ایک نگارنے شیخ مفید علیہ الرحمہ کے قول سے یہ ثابت فرمایا ہے کہ عقد ام کلثوم کی روایت زبیر بن بکار ناصبی سے مروی ہونے کی وجہ سے مردود ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ کتب شیعہ میں عقد ام کلثوم کا ذکر ایسی اسانید سے بھی ہے جس میں زبیر بن بکار کا نام نہیں ہے۔ دوسرے بندہ نگار نے یہ دکھانا چاہا ہے کہ چونکہ روایت میں اختلاف واضطراب ہے لہذا کوئی روایت صحیح نہیں ہے لیکن نقد رواۃ کے بغیر صرف یہ کلیہ پیش کرنا چنداں مفید نہیں ہے۔ کیونکہ اختلاف و اضطراب دوسرے مسائل کی روایات میں بھی موجود ہے فافہم۔ اصل یہ ہے کہ کسی روایت کی صحت یا عدم صحت معلوم کرنے

کا بہترین ذریعہ نقد رواۃ ہے۔ بقول مولانا علی نقی "صدیوں کے حائل ہو جانے سے خارجی قرائن یک سخت غائب ہو گئے اور وہ وثوق بالصدور یا اطمینان جو قرائن کی بنا پر سابق کے لوگوں کو تھا رخصت ہوا۔ اب تو ہم ہیں اور سند اور اس کے رواۃ کا اسناد و اعتبار" (تدوین حدیث صفحہ ۳) حضرات اہلسنت کے ایک جلیل القدر عالم بن مبارک کو تو نقد رواۃ میں یہاں تک غلو تھا کہ وہ اسانید کو دین سمجھتے تھے (صحیح ترمذی جلد دوم) قبل اس کے کہ میں اصل بحث پر کچھ تحریر کروں میں چاہتا ہوں کہ علمائے فریقین کے اقوال سے احادیث کی اقسام بتا دوں تاکہ رجال سے ناواقف ناظرین کو کوئی الجھن نہ ہو۔

(الف) منقول ان اخراج الموضوعة عما في ايدينا من الاخبار غير معلوم وادعاه كما ياتي غير مسموع فالعمل بالجميع من غير تمييز الموضوع عن غيره بالنقد ورجاله بل منهي منه (توضیح المقال مطبوعہ طہران صفحہ ۳) ہم کہتے ہیں کہ روایات موجودہ میں سے موضوع روایات کا اخراج غیر معلوم اور اس کا دعوی غیر مسموع ہے پس موضوع کو پہچانے بغیر جمیع روایات پر عمل کرنا قبیح بلکہ ممنوع ہے۔

(ب) فالطريق صحيح ان كان جميع رجاله ثقاة اماميا وحسن ان كان الجميع اماميا ممدوحا او بعضه اماميا ممدوحا وبعضه ثقة اماميا وقوى ان كان جميع رجاله ثقات مع فساد مذاهب وضعيف ان كان جميع رجاله او بعض رجال ضعيفا او مهملا (نقد الرجال مطبوعہ طہران صفحہ ۱۴۱) پس روایت کا طریق امام علیہ السلام تک صحیح ہے اگر سب راوی ثقہ امامی ہوں اور حسن ہے اگر سب راوی امامی ممدوح ہوں یا بعض راوی امامی ممدوح ہوں اور بعض ثقہ امامی اور قوی ہے اگر سب راوی غیر مذہب ہونے کے باوجود ثقہ ہوں اور ضعیف ہے اگر کل یا بعض راوی ضعیف یا مہمل ہوں۔

(الف) حدیث صحیح وہ ہے جس کا ہر راوی ثقہ صدوق وعدول متقی جید الحفظ ہو حسن وہ ہے جو صحیح کے مانند ہو لیکن اوس کے راویوں کی ثقاہت اس درجہ کی نہ ہو جو حدیث صحیح کے راویوں میں مشروط ہے۔ ضعیف وہ ہے جو صحیح یا حسن کے برعکس ہو یعنی اس کے راویوں میں علامات ضعف وغیرہ پائے جاتے ہوں" (مناقب سیدنا علی مصنفہ عینی نظامی مطبوعہ حیدرآباد صفحہ ۷)

(ب) "سب اقسام میں اعلیٰ ترین قسم متواتر ہے مگر اس کا وجود کم اور بہت کم ہے۔ حافظ بن الصلاح محدث اپنی کتاب مقدمۃ الحدیث میں لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص متواتر حدیث کو تلاش کرے تو وہ تھک جائے گا۔ غیر متواتر روایات کی بنیاد معدودے چند راویوں کے بیان پر ہے۔ ممکن ہے کہ جن معدودے چند اشخاص کو قواعد سے جانچ کر معتبر مانا گیا ہے اس جانچ میں غلطی ہو گئی ہو" (مقدمہ تفسیر آیات خلافت مصنفہ امام اہلسنت مدیر النجم لکھنؤ صلا و صلا)۔

صاحب توضیح المقال نے موضوع روایات کا وجود تو تسلیم کیا ہے مگر نقد رواۃ سے اسکا علاج بھی ممکن تصور فرمایا ہے لیکن فاضل مدیر النجم نے متواتر احادیث کے وجود سے انکار فرما کر اور غیر متواتر روایات کو غیر صحیح مان کر احادیث اہلسنت کے اعتبار کا خاتمہ فرما دیا ہے ع چون شمع ایمان گشتہ آخر مسلمانی کجا؟

باب اول

عقد ام کلثوم کے متعلق شیعی روایات اور ان کا ضعف

عقد ام کلثوم کے متعلق شیعی روایات تین اقسام کی ہیں۔ پہلی قسم میں وہ روایات داخل ہیں جو مسند تو ہیں یعنی ان کے راویوں کا سلسلہ بغیر انقطاع امام علیہ السلام تک پہونچتا ہے لیکن رواۃ کے ضعف کی وجہ سے ان روایات سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

دوسری قسم میں وہ روایات شامل ہیں جو بطریق نامہ مروی ہیں لیکن کسی غیر معروف اور متساہل شیعہ مورخ نے ان کو اپنی کتاب میں درج کر دیا ہے۔

اور تیسری قسم ان روایات پر مشتمل ہے جو غیر مسند ہونے کی وجہ سے لائق اعتنا نہیں اسی قسم میں معتبر اور غیر معتبر علماء کے اقوال بھی داخل ہیں۔ ہم پہلی اور تیسری قسم کی روایات پر تبصرہ کرنے سے قبل دوسری قسم کی روایات پر ایک نظر ڈالنا چاہتے ہیں علامہ مفید علیہ الرحمہ کا ارشاد ہے اور یقیناً صحیح ہے کہ ان دوسری قسم کی روایات کا اصل راوی زبیر بن بکار ناصبی تھا۔ زبیر بن بکار سے عقد ام کلثوم کی روایت ابی محمد

حسن بن یحییٰ صاحب علم النسب نے نقل کی اور چونکہ حسن یحییٰ علوی تھے اسلئے متعدد غیر معتبر شیعہ مورخین (مثلاً صاحب ناسخ التواریخ صاحب طراز مذہب مظفری) نے بغیر سند پر غور کئے اس واقعہ کو اپنی تصنیفات میں درج کیا حالانکہ ظاہر ہے کہ ایک ناصبی کی روایت اس امر میں کسی طرح سے قابل قبول نہیں ہو سکتی تھی۔ النجم یا کسی اور سنی اخبار کا کسی غیر معتبر شیعہ مورخ کا قول پیش کرنا حقیقتاً حرکت مذبوحی کے مترادف ہے۔ اس لئے کہ کسی غیر معتبر شیعہ مورخ کا قول کسی واقعے کو بغیر سند کے بیان کرنا لائق احتجاج نہیں ہے۔ اب رہیں چند مسند روایات تو وہ رواۃ کے ضعف کی وجہ سے مستند نہیں کہی جا سکتیں۔ میں ذیل میں ان مسند روایات کو پیش کر کے نقد رواۃ کے ساتھ تاویلات بھی پیش کروں گا۔

(الف) علی بن ابراھیم عن ابیہ عن ابن ابی عمیر عن ھشام بن سالم وحماد عن زرارۃ عن ابی عبداللہ علیہ السلام فی تزویج ام کلثوم فقال ان ذالک فرج غصبناہ (فروع کافی جلد دوم) علی بن ابراہیم نے اپنے باپ سے انھوں نے ابن ابی عمیر سے انھوں نے ہشام وحماد سے۔ انھوں نے زرارہ سے۔ انھوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے تزویج ام کلثوم کے بارے میں روایت کی ہے کہ یہ فرج ہم سے چھینی گئی۔

سب سے پہلے ایک نظر اس کے رواۃ پر ڈالئے۔ میں دیباچے میں علمائے فریقین کے اقوال سے ثابت کر چکا ہوں کہ صحیح وہ روایات ہوں گی جن کے راوی نہایت ثقہ ہوں اور حسن ان روایات کو سمجھا جائے گا جن کے تمام راوی جلالت قدر میں صحیح روایات کے رواۃ سے کم ہوں مگر کم از کم ممدوح ضرور ہوں یعنی جس روایت کے تمام یا بعض رواۃ کی کسی نے بھی مدح نہ کی ہو۔ اسے مجہول اور نا قابل قبول تصور کرنا ہوگا۔ مندرجہ بالا روایت کا دوسرا راوی علی بن ابراہیم کا باپ ابو اسحاق ابراہیم بن ہاشم ہے۔ اور اس کی متساہل سے متساہل صاحب رجال نے بھی مدح نہیں کی جس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ اس کی منفرد روایات قابل قبول نہیں ہو سکتیں۔ حضرت ابو عمرو الکشی علیہ الرحمہ اس کے متعلق " اصلہ کوفی انتقل الی قم " فرما کر خاموش ہو جاتے ہیں۔ حضرت نجاشی علیہ الرحمہ " اصحابنا یقولون اول من نشر حدیث الکوفیین بقم ھو

فرماتے ہیں لیکن اس کی کسی قسم کی مدح نہیں کرتے اور آخر کار شیخ علیہ الرحمہ کو خلاصہ میں لکھنا پڑتا ہے۔ ولم اقف لاحد من اصحابنا علی قول فی القدح فیہ ولا علی تعدیلہ میرے نزدیک ہمارے اصحاب کا کوئی قول اس کی قدح یا مدح میں نہیں ہے یہ تو ہوئی اس روایت کی حیثیت من حیث علم الرجال اب اگر ہم اس روایت کو بفرض محال صحیح بھی تسلیم کر لیں تب بھی کوئی نتیجہ عظیم پیدا نہیں ہوتا۔ حضرات اہلسنت بزعم خود حسب ذیل امور مندرجہ بالا امور سے ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

(۱) ائمہ شیعہ معاذاللہ من ہذہ العقیدہ سخت گستاخ تھے کہ انہوں نے فرج کا لفظ استعمال کیا۔

(۲) چونکہ انہوں نے اس فرج کا انتساب اپنی طرف کیا لہٰذا جن ام کلثوم سے حضرت عمر کا نکاح ہوا وہ خاکم بدہن حضرت ام کلثوم بنت جناب امیرالمومنین علیہ السلام تھیں (ملاحظہ ہو رسالہ عقد ام کلثوم مصنفہ مولوی عبدالمومن خلف مدیر النجم) ارباب عقول سمجھ سکتے ہیں کہ مندرجہ بالا اعتراض کتنے طفلانہ ہیں۔ قطع نظر اس امر کے کہ فرج کے معنی اور بھی ہو سکتے ہیں (ملاحظہ ہو منتہی الارب) اگر محض فرج کا لفظ استعمال کرنا گالی ہے تو قرآن مجید کو مندرجہ ذیل آیات کی موجودگی میں خاکم بدہن مجموعہ سب کہا جا سکتا ہے۔

(۱) قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم (النور آیت ۳۰) آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں (ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی)۔

(۲) ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجھا فنفخنا فیہ من روحنا (التحریم آیت ۱۲) اور مریم بیٹی عمران کی جس نے محافظت کی شرمگاہ اپنی کی پس پھونکا ہم نے بیچ اس کے روح اپنی کو (ترجمہ شاہ رفیع الدین)۔

[illegible] فرج کا انتساب اپنی طرف تو جس طرح حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ [illegible] اہلبیت کی موجودگی میں بھی حقیقتہً رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے [illegible] دار نہیں ہو سکتے اسی طرح امیرالمومنین علیہ السلام کی آغوش شفقت میں پرورش [illegible] ام کلثوم بنت ابوبکر اس انتساب کے با وجود امیرالمومنین علیہ السلام کی اولاد کی

نہیں کہی جا سکتی۔

(ب) محمد بن ابی عمیر عن ہشام بن سالم عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال لما خطب الیہ قال لہ امیرالمومنین انہا صبیۃ قال فلقی العباس فقال لہ مالی ابی باس فقال و ما ذاک قال خطبت الی ابن اخیک فردنی اما واللہ لاعودن زمزم ولا ادع لکم مکرمۃ الا ھدمتہا ولاقیمن علیہ شاھدین بانہ سرق ولاقطعن یمینہ فاتاہ العباس فاخبرہ وسئلہ ان یجعل الامر الیہ فجعلہ الیہ (فروع کافی جلد دوم)

محمد بن ابی عمیرہ نے ہشام ابن سالم سے اونھوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب اوس نے خواستگاری کی تو امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا (ابھی تو) وہ بچہ ہے پس حضرت عباس سے ملاقات ہوئی کہنے لگے حضرت عباس بولے کیا ہوا کہا میں نے تمھارے بھتیجے سے خواستگاری کی تھی انھوں نے انکار کیا قسم بخدا میں زمزم لے لوں گا اور تمھاری کوئی مکرمت منہدم کئے بغیر نہ رہوں گا اور ان پر دو گواہوں سے چوری کی گواہی دلوا کر ہاتھ کٹوا ڈالوں گا۔ عباس نے یہ قصہ امیرالمومنین سے بیان کیا اور درخواست کی کہ اس امر کا اختیار انھیں دیں پس آپ نے ایسا ہی کیا۔

چونکہ علامہ کلینی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں روایات کو بغیر کسی فصل کے نقل فرمایا ہے۔ اس لئے گمان غالب یہی ہے کہ روایت دوم میں محمد بن ابی عمیر سے اسی راوی نے روایت کی ہے جسکا نام پہلی روایت میں موجود ہے یعنی علی ابن ابراہیم کا باپ ابو اسحٰق ابراہیم بن ہاشم اور ابراہیم بن ہاشم کا غیر ممدوح ہونا میں اس سے قبل ثابت کر چکا ہوں لیکن اگر کوئی صاحب میرے اس نظریہ کو صحیح نہ تصور کریں اور یہ فرمائیں کہ ممکن ہے کہ روایت دوم کے اسناد روایت اول سے مختلف ہوں جب بھی یہ روایت غیر معتبر ہی رہتی ہے بایں معنی کہ علامہ کلینی علیہ الرحمہ کا ابن عمیر سے سماع حدیث غیر ثابت بلکہ مستبعد ہے اور چونکہ اس روایت میں ابن ابی عمیر سے قبل کے رواۃ کے نام درج نہیں ہیں اس لئے اس روایت کو مرسل ماننا پڑیگا اور مراسیل باجماع فریقین حجت نہیں ہو سکتیں لیکن اگر ہم اس روایت کو

کفرض المحالات معتبر تسلیم کرلیں جب بھی کوئی خاص ہرج واقع نہیں ہوتا کیونکہ اولاً
تو اس روایت میں ام کلثوم کا نام نہیں ہے اور ثانیاً اگر باپ کی مناسبت کیوجہ سے
یہ مان بھی لیا جائے کہ ام کلثوم کے خطبہ کا ذکر ہے جب بھی اس سے جناب ام کلثوم
بنت حضرت سیدۃ نساء العالمین مراد نہیں ہوسکتیں کیونکہ اس روایت میں
حضرت امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے "انہا صبیۃ" کا لفظ استعمال فرمایا ہے
اور صبیہ کا اطلاق غیر بالغ لڑکیوں پر ہوتا ہے لیکن چونکہ جناب ام کلثوم بنت
حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام عہد حضرت عمر میں بالغہ و عاقلہ تھیں اس لئے ان پر
صبیہ کا اطلاق کسی طرح نہیں ہوسکتا۔ اس روایت پر ایک اور اعتراض بھی
کیا جاتا ہے کہ جب حیوۃ القلوب کی معتبر روایت کے مطابق بعد وفات حضور کے
بارہ ہزار اصحاب صدق و صفا موجود تھے اور جب امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام
صاحب معجزات باہرہ تھے تو انھوں نے حضرت عمر کی تخویف سے مرعوب ہوکر
اپنی لڑکی کا عقد حضرت عمر سے کیوں کردیا (عقد ام کلثوم مصنفہ مولوی محمد عبد المومن)
فاضل معترض نے اس امر پر غور نہیں فرمایا کہ حیات القلوب کی روایت غیر مسند
ہے یعنی اس میں امام علیہ السلام تک راویوں کے نام درج نہیں ہیں اور اس قسم کی مرسل
روایات باتفاق فریقین لائق اعتنا نہیں ہوتیں۔ جسطرح جناب عیسیٰ علی نبینا وآلہ
وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی ۳۲ سالہ تبلیغ میں صرف ۱۲ حواری فراہم کرسکے بلکہ
اناجیل اربعہ کی رو سے ان بارہ حواریوں میں سے بھی بعض نے صعود حضرت عیسیٰؑ
کے بعد انحراف کا اظہار کیا۔ اسی طرح ہمارے رسول مقبول صلعم اپنی ۲۳ سالہ
تبلیغ میں معدودے چند افراد کو مومن کامل بناسکے۔ چونکہ ہمارے رسول مقبول
خاتم الانبیاء اور محبوب کبریا تھے اس لئے آنحضرت کی تبلیغ مقابلۃً دیگر انبیاء علیہم السلام
سے کہیں زیادہ کامیاب رہی ہے اور جبکہ جناب نوح علیہ السلام پر ایمان لانے
والوں کی تعداد حسب ارشاد باری تعالیٰ قلیل تھی (جو "مواطن کثیرۃ" کی ضد ہونے
کی وجہ سے یقیناً ۳۰ سے کم تھی) جناب موسیٰ کی قوم نے ان کی چالیس دن کی عدم
موجودگی میں ارتداد اختیار کرلیا تھا (البقرہ) اور جناب عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں

کی تعداد بارہ سے زائد نہیں تھی۔ ہمارے رسول مقبول صلعم کی تبلیغ کے اثر سے صدہا اشخاص حقیقی معنوں میں مومن کامل بن گئے تھے لیکن چونکہ ان مومنین عظام رضی اللہ عنہم کی بہت بڑی تعداد غزوات و سرایا میں پروانہ وار شمع نبوت پر قربان ہو چکی تھی اس لئے آنحضرتؐ کے انتقال کے بعد بہت کم اصحاب حقیقی باقی تھے جو اہلبیت نبوی کا ساتھ دے سکتے۔ بارہ ہزار کا قول غیر مسند ہونے کی وجہ سے لائق تسلیم نہیں۔ خصوصاً نظر بایں کہ ہماری روایات مسند و صحیح میں اس امر کی تصریح ہے کہ بعد وفات سرور کائنات صلعم بنی ہاشم و مہاجرین و انصار میں معاونین و جان نثاران اہلبیت کی تعداد چالیس سے زیادہ نہیں تھی اور سُنی روایات کا کیا ذکر خود ام المومنین حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لوگوں میں نفاق پیدا ہو گیا۔ عرب مرتد ہو گئے اور انصار جدا ہو گئے انتہی بلفظہ (تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور صفحہ ۴۲) لہٰذا اس حالت نفاق و ارتداد میں اگر لوگوں نے اہلبیت نبوی کا ساتھ نہیں دیا تو عجب کیا؟ اور اگر حضرت علی علیہ السلام نے نعوذ باللہ من ذالک اس غلط روایت کی بنا پر ام کلثوم کا عقد حضرت عمر سے کر دیا تو تعجب کیا خصوصاً نظر بایں کہ حسب روایات صحیحہ اہلسنت خود رسول مقبول صلعم اپنے صحابہ سے اس قدر خائف تھے کہ کعبہ کو صحیح نہ کر سکے (صحیح بخاری شریف)

(ج) محمد بن یعقوب عن حمید بن زیاد عن ابن سماعۃ عن محمد بن زیاد عن عبد اللہ بن سنان و معویہ بن عمار عن ابی عبد اللہ قال سئلتہ عن المراۃ المتوفی عنہا زوجہا تعتد فی بیتہا او حیث شاءت قال بل حیث شاءت ان علیاً لما توفی عمر اتی ام کلثوم فانطلق بہا الی بیتہ (تہذیب کتاب الطلاق) محمد بن یعقوب علیہ الرحمہ نے حمید بن زیاد سے انھوں نے ابن سماعہ سے۔ انھوں نے محمد بن زیاد سے انھوں نے عبد اللہ بن سنان اور معویہ بن عمار سے روایت کی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ بیوہ ایام عدت اپنے گھر میں گذارے یا جہاں دل چاہے۔ فرمایا جہاں کا چاہے حضرت علیؑ حضرت ام کلثوم کو حضرت عمر کے انتقال کے بعد اپنے گھر لے آئے۔

اول تو اس حدیث میں یہ پتہ لگانا دشوار ہے کہ محمد بن زیاد سے مراد محمد بن زیاد الاشجعی ہیں یا محمد بن زیاد البجلی یا محمد بن زیاد التیمی یا محمد بن زیاد السجاد یا محمد بن زیاد العطار یا محمد بن زیاد الہمدانی جو سب کے سب امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہمعصر اور راوی ہیں۔ ایسی روایت کو اصطلاح محدثین میں مبہم کہتے ہیں اور پھر لطف یہ ہے کہ مندرجہ بالا رواۃ میں سے کسی ایک کی بھی کسی نے توثیق نہیں کی ہے۔ اگر یہ مانا جائے کہ محمد ابن ابی عمیر کی مشہور ابنیت چھوڑ کر یہ غیر مشہور ابنیت درج ہوئی ہے جب بھی اس روایت کو صحیح نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اس کا ایک راوی حسن بن محمد بن سماعہ المعروف بابن سماعہ نہایت متعصب واقفی تھا (ملاحظہ ہو رجال نجاشیؒ) اور گروہ واقفہ کے لئے ہمارے علماء یہاں تک سخت ہیں کہ صاحب نقد الرجال نے علامہ کشیؒ وغیرہ کے اس قول کے باوجود کہ حسین بن بشار مدائنی نے وقف سے رجوع کر لیا تھا یہ لکھا ہے کہ اس کی روایات پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے کیونکہ کیا معلوم کہ حسین بن بشار نے کونسی روایات حالت وقف میں بیان کیں اور کونسی رجوع کے بعد۔ پھر ابن سماعہ کی روایت کیونکر صحیح مانی جا سکتی ہے؟ اس کے علاوہ یہ امر بھی اظہر من الشمس اور ابین من الامس ہے کہ اس روایت میں حضرت ام کلثوم بنت جناب سیدہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا کا اسم گرامی درج نہیں ہے بلکہ صرف ام کلثوم موجود ہے جس سے ام کلثوم بنت حضرت ابوبکر بھی مراد ہو سکتی ہیں۔

(د) وروی حسین بن سعید عن النضر بن سوید عن هشام بن سالم عن سلیمان بن خالد قال سألت ابا عبد اللهؑ عن امرأة توفی عنها زوجها این تعتد فی بیت زوجها اوحیث شاءت قال بل حیث شاءت ثم قال انّ علیاًؑ لما توفی عمر اتی ام کلثوم فاخذ بیدها فانطلق بها الی بیته (تہذیب کتاب الطلاق) اور حسن بن سعید نے نضر ابن سوید سے۔ انھوں نے ہشام بن سالم سے انھوں نے سلیمان بن خالد سے روایت کی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کیا کہ جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے وہ ایام عدت اپنے شوہر کے گھر میں گزارے یا جہاں اس کا دل چاہے؟ ارشاد ہوا جہاں اس کا دل چاہے۔ پھر فرمایا کہ حضرت عمر کے انتقال کے بعد حضرت علیؑ ام کلثوم کا ہاتھ پکڑ کر اپنے شریفکدہ میں لیتے آئے۔

اس حدیث پر یہ اعتراض فرمایا جاتا ہے کہ اگر ام کلثوم حضرت علی علیہ السلام کی صاحبزادی نہ ہوتیں تو وہ اس طرح ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے شریعتکدے پر نہ لے آتے (ملاحظہ ہو عقد ام کلثوم مولفہ مولوی عبدالمومن) لیکن ایک معمولی فہم کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ اعتراض یادر ہوا ہے۔ اول تو روایت میں ام کلثوم بنت علیؑ درج نہ ہونا اس امر کا ثبوت ہے کہ یہ ام کلثوم بنت ابوبکر تھیں۔ اور دوسرے یہ کہ خود حضرات اہلسنت کی روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر کے حبالۂ عقد میں ام کلثوم بنت حضرت ابوبکر تھیں جیسا کہ ہم انشاء اللہ تعالیٰ باب دوم میں ثابت کریں گے۔ چونکہ حضرت علی علیہ السلام نے حضرت ابوبکر کے انتقال کے بعد ان کی بیوی اور ام کلثوم بنت ابوبکر کی حقیقی ماں اسماء بنت عمیس کے ساتھ عقد فرمالیا تھا اس لئے بہت ممکن ہے کہ حضرت عمر کے انتقال کے بعد حضرت اسماء نے مہر مادری کی وجہ سے یا ام کلثوم کے سوتیلے بیٹو لڑکے برتاؤ کی وجہ سے حضرت علی علیہ السلام کو ام کلثوم کو لانے کے لئے بھیجدیا ہو۔ اور اگر حضرت علی علیہ السلام بغیر کسی کی تحریک کے بنفس نفیس ام کلثوم کو خانہ عمر سے لیتے آئے جب بھی مناسب تھا آنجناب ام کلثوم بنت ابوبکر کے سوتیلے باپ تھے لیکن خدا کے لئے اس سے یہ کیونکر ثابت ہو سکتا ہے کہ ام کلثوم حضرت علیؑ کی صاحبزادی تھیں؟ یہ ہیں شیعوں کی وہ مسند روایات جن کے بھروسے پر حضرات اہلسنت یہ دعویٰ فرماتے ہیں کہ خود کتب شیعہ سے حضرت عمر کا العیاذ باللہ داماد فاطمہؑ ہونا ثابت ہے۔ حالانکہ اگر ان روایات کو صحیح سمجھا جائے جب بھی ان میں اس امر کی تصریح کیسی اشارہ بھی نہیں ہے کہ حضرت عمر کا عقد خاکم بدہن جناب ام کلثوم بنت فاطمہ زہرا سلام اللہ تعالیٰ علیہا سے ہوا تھا۔

اب ایک نظر ان غیر مسند روایات واقوال علما پر بھی ڈال لیجئے جنھیں اس سلسلہ میں بصد اہتمام پیش کیا جاتا ہے لیکن ایسا کرنے سے پیشتر علمائے فریقین کے اقوال بھی غیر مستند روایات اور اقوال علماء کے متعلق سن لیجئے۔

(الف) ومن اقسام الضعیف ما انتفی فیہ شرط الاتصال المعتبر وذلک بوجود مطلقا سقوط بعض الرجال من السند الشامل للقطع والرفع والارسال (توضیح المقال ص۵۳) اور ضعیف کی اقسام میں ہیں روایات مقطوع السند و مرفوع و مراسیل۔

(ب) " اما آنچه از کلام سید نور اللہ نور اللہ مرقدہ مستفاد می شود که جناب ایشان به تشنیع آنہا (ہارون و مامون عباسی) قائل بوده اند پس اول آنکہ تقلید شاں غیر لازم و درباب امثال این گونہ امور غیر مطاع فالحق احق بالاتباع الخ" (حضرت حیدریہ مصنفہ مولانا سید محمد صاحب مرحوم مجتہد)

(ج) " حدیث کے مردود ہونے کی دو وجہیں ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ اس کی اسناد سے ایک یا کئی راوی ساقط ہوں۔ دوسرے یہ کہ اس کا کوئی راوی بلحاظ دیانت و ضبط مجروح ہو" (تاریخ الحدیث مصنفہ قاضی عبد الصمد ص ۱۲)

(د) کسی عالم کا مجرد قول قابل سند نہ ہونا بھی علماء تسلیم کرتے ہیں" (آیات بینات مصنفہ نواب محسن الملک جلد دوم)

اس سلسلہ میں یہ بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ امام مالک ایسے جلیل القدر محدث (جو بقول امام شافعی " امام الناس فی الفقہ والحدیث تھے) کے مراسیل کو بھی محدثین نے صحیح تسلیم نہیں کیا بلکہ موطا کی احادیث میں شمار نہیں کیا پھر ہم سے یہ توقع کیوں کی جاتی ہے کہ ہم بحار الانوار حیوۃ القلوب وغیرہ کی غیر مسند روایات کو آمنا و صدقنا کہہ کر قبول کرلیں؟ دیکھئے زبیر بن بکار ناصبی کی روایت سے دھوکا کھا کر بعض کتابوں میں عقد ام کلثوم کا واقعہ غیر مسند طور سے درج کیا گیا لیکن جب تک راویوں کے نام نہ معلوم ہوں اور ان کے ثقہ امامی ہونے کا یقین نہ ہو جائے ہم کسی روایت کو پرکاہ کے برابر بھی وقعت نہیں دے سکتے۔ اب رہے حضرات علماء کے اقوال تو ان میں سے بعض تو ایسے ہیں جنھیں حضرات اہلسنت پیش تو فرماتے ہیں مگر ان سے انکا مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ مثلاً شہید ثالث علیہ الرحمہ کا یہ قول " اگر نبی دختر بعثمان داد و ولی دختر بعمر فرستاد" ظاہر ہے کہ "اگر" کے لفظ نے حضرات اہلسنت کے مقاصد خاک میں ملا دئے۔ اور حضرت شہید ثالث علیہ الرحمہ کا یہ مطلب آشکارا ہو گیا کہ نہ نبی نے اپنی حقیقی صاحبزادی کا عقد حضرت عثمان سے کیا نہ ولی نے اپنی صاحبزادی کا عقد حضرت عمر سے کیا۔ کبھی یہ کیا جاتا ہے کہ کسی غیر معروف شخص کا قول یہ کہہ کر پیش کیا جاتا ہے کہ یہ شیعوں کے بہت بڑے عالم کا قول ہے۔ اس سلسلے میں صاحب ناسخ التواریخ و صاحب طراز مذہب مظفری کے

اقوال اکثر پیش کئے جاتے ہیں حالانکہ یہ دونوں نہ مجتہد تھے نہ فقیہ۔ شاہ ایران کے منشی تھے۔ کتاب لکھنے کا شوق ہوا تو بغیر نقد رواۃ کے رطب و یابس سنی شیعہ روایات کتابوں میں بھر دیں۔ ان کتابوں سے استدلال کرنا خود اہلسنت کی کمزوری کی دلیل ہے۔ کبھی کسی غیر مشہور عالم کا یہ قول پیش کیا جاتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے کسی جنیہ کو ام کلثوم کی شکل بنا کر بھیج دیا تھا۔ حالانکہ اس قول کو کسی ضعیف سے ضعیف روایت سے بھی کوئی لگاؤ نہیں ہے۔ حضرات اہلسنت کو معلوم ہونا چاہیئے کہ با تفاق فریقین احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں اقوال علماء کی وقعت نہیں ہو سکتی پھر جب یہ واقعہ عقد کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے تو غیر مشہور علماء کے نقل کرنے سے کیا فائدہ؟ یہ واضح رہے کہ مشہور اور مستند علمائے اہل تشیع نے اس واقعہ کا انکار کیا ہے۔ مثلاً

قال الشیخ المفید فی جواب المسائل السرویہ ان الخبر الوارد بتزویج امیر المومنین بنتہ من عمر لم یثبت (مرآۃ العقول شرح کافی جلد سوم) شیخ مفید رضی اللہ عنہ نے مسائل سرویہ کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ حضرت علی علیہ السلام کی صاحبزادی کی تزویج حضرت عمر کے ساتھ ثابت نہیں۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ کے علاوہ اور اکابر علماء نے بھی اس واقعہ سے انکار کیا ہے۔ فقیہ تمر

باب دوم

سنی روایات سے صحیح فیصلہ

یہ امر اب محتاج تشریح نہیں رہا کہ شیعوں کی کسی ضعیف سے ضعیف حدیث یا کسی معتبر عالم کے قول سے حضرت ام کلثوم بنت علی مرتضیٰ علیہما التحیہ والثنا کا عقد حضرت عمر کے ساتھ ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ اب یہ بھی ملاحظہ فرما لیجیے کہ سنی روایات کا فیصلہ کیا ہے؟ سنی روایات کی بھی تین قسمیں کی جا سکتی ہیں۔ پہلی قسم میں روضۃ الصفا، حبیب السیر، روضۃ الاحباب وغیرہ کی غیر مسند روایات شامل ہیں جو مرسل ہونے کی وجہ سے لائق اعتنا نہیں دوسری قسم تاریخ خمیس وغیرہ کی روایات پر مشتمل ہے جن کے متعلق علامہ ابن خلدون

تحریر فرماتے ہیں "اگرچہ بڑے لائق مسلمان مورخوں نے کثرت سے تاریخ کی کتابیں لکھیں مگر وہ لغو و باطل روایات اور وہمیات اور موضوعہ قصص و حکایات سے بھری ہوئی ہیں" (ملاحظہ ہو آیات بینات جلد دوم ص۳۵۹ بحوالہ ابن خلدون) تیسری قسم صحیح بخاری شریف کی ایک حدیث پر مشتمل ہے جسے ہم بلفظہٖ نقل کرتے ہیں۔ حدثنا عبدان اخبرنا عبد اللہ اخبرنا یونس عن ابن شہاب قال ثعلبۃ بن ابی مالک ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قسم مروطا بین نساء من نساء المدینۃ فبقی مرط جید فقال لہ بعض من عندہ یا امیر المومنین اعط ھذا ابنت رسول اللہ صلعم التی عندک یریدون ام کلثوم بنت علیؑ فقال عمر ام سلیط احق الخ

(صحیح بخاری شریف کتاب الجہاد) ہم سے عبدان نے انھوں نے عبد اللہ سے انھوں نے یونس سے انھوں نے ابن شہاب سے انھوں نے ثعلبہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ عمر رضی اللہ عنہ نے نساء مدینہ کو چادریں تقسیم کیں ایک عمدہ چادر بچ گئی تو درباریوں نے کہا۔ امیر المومنین اسے اپنی بیوی رسول اللہ کی لڑکی ام کلثوم بنت علی کو دیدیجئے اس پر عمر نے فرمایا کہ ام سلیط احق ہے۔

اس حدیث کے تیسرے راوی یونس بن یزید بن ابی النجاد معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہی ابن شہاب کے معاصرین سے روایت کرتے تھے (ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب الجزو الحادی عشر مطبوعہ حیدر آباد ص۴۵۰) آپ ذرا ان کے اوصاف بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔ یونس بن یزید بن ابی النجاد ابو یزید مولی آل ابی سفیان ثقۃ الا ان فی روایتہ عن الزہری وھما قلیلا وفی غیر الزہری خطا

(تقریب التہذیب مطبوعہ لکھنؤ ص۴۳) یونس بن یزید بن ابی النجاد ابو یزید آل ابی سفیان کے غلام تھے۔ یہ تھے تو ثقہ مگر ان کی زہری والی روایات میں تھوڑا سا وہم اور غیر زہری میں خطا ہے۔

لطف یہ ہے کہ تہذیب التہذیب میں یونس نام کے جتنے بھی راوی ہیں ان پر کسی نہ کسی نے جرح ضرور کی ہے۔ یعنی صحیح بخاری شریف کی روایت کے راوی کوئی یونس بھی کیوں نہ ہوں ہے وہ روایت ضعیف فالحمد للہ تعالیٰ۔ یہ امر اظہر من الشمس اور ابین من الامس ہے کہ آل ابی سفیان کے غلام سے ہوا خواہی خاندان نبوت نہیں ہوسکتی۔ جب معاویہ نے وضعی مناقب علیؑ بیان کرنے والوں کو بیش بہا انعام دیئے اغانی نے جناب سکینہ بنت امام حسینؑ کا عقد خاتم بدہن امام ہمام علیہ السلام کے دشمن سے ثابت کیا تو پھر اگر یونس نے جناب ام کلثوم

کا فرضی عقد بیان کیا تو محل استعجاب نہیں صحیح بخاری شریف کی روایت کا ضعف ثابت کیا جا چکا اب باقی رہیں روضۃ الاحباب وغیرہ کی روایات تو وہ غیر مسند ہونے کی وجہ سے باتفاق فریقین پر کاہ کے برابر بھی وقیع نہیں ہو سکتیں۔

حضرات اہلسنت کی غیر مسند روایات میں بھی اتنا اضطراب اور اختلاف ہے کہ ان کو معتبر تصور کرنے کے بعد بھی یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ جناب ام کلثوم بنت حضرت فاطمہؑ کا عقد حضرت عمر سے ہوا تھا۔ پہلا اختلاف یہ ہے کہ ام کلثوم کا مہر کیا تھا؟ صاحب تاریخ یعقوبی فرماتے ہیں کہ ان کا مہر دس ہزار تھا۔ صاحب ازالۃ الغین کا خیال ہے کہ چالیس ہزار درہم مہر کی صحیح تعداد تھی۔ بعض مورخین کی رائے ہے کہ ام کلثوم اور ان کے لڑکے زید نے زمانہ معاویہ میں انتقال کیا۔ اور اکثر مورخین کا اتفاق ہے کہ جناب ام کلثوم واقعہ کربلا میں موجود تھیں۔ صاحب روضۃ الصفا وغیرہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۷ھ ہجری میں یعنی عقد کے وقت جناب ام کلثوم کمسن لڑکی تھیں حالانکہ درانیکہ ۱۷ھ ہجری میں جناب ام کلثوم کا سن مبارک اقل مرتبہ ۱۲ سال کا تھا۔ حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا نے فدک کا دعویٰ ۱۱ھ میں کیا تھا اور حسب تصریح علامہ حلبی جناب ام کلثوم گواہان فدک میں شامل نہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ چھ سات برس سے کم کا بچہ سلسل گفتگو بھی نہیں کرسکتا پھر گواہی دینا کیسا۔ اس لئے ماننا پڑیگا کہ جناب ام کلثوم کا سن مبارک ۱۱ھ ہجری میں کم از کم ۶ سال کا اور ۱۷ھ میں اقل مرتبہ ۱۲ سال کا تھا یعنی سنی اور شیعی روایات میں جن ام کلثوم کے لئے انہا صبیۃ (وہ تو کمسن لڑکی ہے) استعمال ہوا ہے وہ ام کلثوم بنت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نہیں ہو سکتیں کیونکہ زبان عرب میں ۱۲ برس کی لڑکی کے لئے صبیۃ کا لفظ استعمال نہیں ہوتا۔ اب یہ بھی ملاحظہ فرمایئے کہ آخر وہ کمسن لڑکی تھی کون جس سے حضرت عمر نے ۱۷ھ ہجری میں عقد کیا۔ مولوی عبدالمومن فاروقی خلف مولوی عبدالشکور مدیر النجم نے اپنے رسالہ عقد ام کلثوم میں یہ تو تسلیم کیا ہے کہ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کی چار سالہ صاحبزادی سے عقد کی درخواست کی تھی مگر وہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے ان کے بڑھاپے کی وجہ سے انکار کر دیا۔ غالباً علمائے اہلسنت حضرت عمر کو اتنا غیرت دار ضرور سمجھتے ہوں گے کہ وہ اپنی پرلفاسی (یعنی ام کلثوم بنت فاطمہ زہراؑ) کے ساتھ عقد کا پیام نہ دیں اور غالباً انھیں یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ حضرت عمر نے چاہا تھا

ام کلثوم بنت سرت ابوبکر کے ساتھ ہوس رانی کیلئے عقد نہیں فرمایا تھا۔ پھر آخر وجہ کیا تھی؟ اس کا جواب صحیح بخاری شریف کی حسب ذیل روایت دے گی۔

حدثنا ابو الیمان اخبرنا شعیب عن الزهری قال اخبرنی سالم بن عبد الله انه سمع عبد الله بن عمر رضی الله عنهما یحدث ان عمر بن الخطاب حین تایمت حفصة بنت عمر من خنیس بن حذافة السهمی قال عمر فلقیت عثمان بن عفان فعرضت علیه حفصة فقلت ان شئت انکحتک حفصة قال سانظر فی امری فلبثت لیالی ثم لقینی فقال قد بدا لی ان لا اتزوج یومی هذا قال عمر فلقیت ابا بکر فقلت ان شئت انکحتک حفصة فصمت ابو بکر فلم یرجع الی شیئا فکنت علیه اوجد منی علی عثمان فلبثت لیالی ثم خطبها رسول الله صلی الله علیه وسلم فانکحتها ایاه فلقینی ابو بکر فقال لعلک وجدت علی حین عرضت علی حفصة فلم ارجع الیک قلت نعم قال فانه لم یمنعنی ان ارجع الیک فیما عرضت الا انی قد علمت ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قد ذکرها فلم اکن لافشی سر رسول الله صلی الله علیه وسلم ولو ترکها لقبلتها (صحیح بخاری شریف مطبوعہ مصر الجزء الثالث ص) ابو الیمان نے شعیب و زہری و سالم کے واسطے سے عبداللہ ابن عمر سے روایت کی ہے کہ جب حفصہ بنت عمر خنیس بن حذافہ سے الگ ہو گئیں تو حضرت عمر کہتے ہیں کہ ایک دن مجھے حضرت عثمان ملے میں نے ان پر حفصہ کو پیش کیا اور کہا کہ دل چاہے تو نکاح کر لو انھوں نے کہا کہ اچھا غور کروں گا اور پھر تھوڑے دن بعد کہا کہ مجھے تو یہ بدا ہوا ہے کہ نکاح نہ کروں خیر میں نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ بھئی تم ہی نکاح کر لو وہ چپ ہو گئے اور مجھے ان کا سکوت عثمان کے جواب سے زیادہ بُرا معلوم ہوا اتنے میں حفصہ کا عقد رسول اللہ صلعم سے ہو گیا عقد کے بعد حضرت ابوبکر ملے اور فرمایا کہ میاں تمھیں میرا سکوت بُرا معلوم ہوا ہو گا۔ میں نے کہا ہاں۔ کہنے لگے بھائی میں قبول کرتا مگر رسول اللہ نے بھی ذکر کیا تھا اور میں اس راز کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ہاں اگر رسول اللہ حفصہ کو ترک کر دیتے تو میں قبول کر لیتا۔

یوں تو حضرات شیخین نے برابر ایک دوسرے کا ساتھ دیا مگر حضرت حفصہ کے بارے میں حضرت ابوبکر نے جس اخلاق سے کام لیا تھا اس کا نقش حضرت عمر کے قلب پر مرتسم ہو گیا تھا اور اسی لئے اونھوں نے احسان کا بدلہ اوتارنے کیلئے بڑھاپے کا خیال

نہ کرکے چار سالہ ام کلثوم بنت حضرت ابوبکر کے ساتھ عقد فرما لیا۔ سُنی علماء کو غور فرمانا چاہیئے کہ اوّل تو عقد ام کلثوم بنت جناب سیدہ علیہما السلام کا واقعہ روایتہً اور درایتہً غلط ہے۔ اور دوسرے یہ کہ اس واقعہ پر غیر مسلمین اعتراض کرتے ہیں کہ خاکم بدہن سوتیلے پرنانا نے سوتیلی پرنواسی کو عقد کا پیام دیا اس لئے ہم برادران اہلسنت کے علماء سے پرزور درخواست کرتے ہیں کہ وہ بھی بیجا تعصب کو چھوڑ کر اور روایات صحیحہ پر عمل فرما کر صاف الفاظ میں اقرار فرمالیں کہ حضرت عمر کا نکاح حضرت ام کلثوم بنت حضرت ابوبکر سے ہوا تھا خاکم بدہن ام کلثوم بنت فاطمہ زہرا علیہما السلام سے۔

وما علینا الا البلاغ

محمد عباس صفوی شعبان المعظم ۱۳۵۵ء

ہم خوش قسمت ہیں یا بدقسمت
ایران میں مذہبی علوم کی پائمالی

مکرمی جناب حاجی سید جلال الدین حیدر صاحب ایم۔ اے بانی انجمن وظیفہ سادات دام مجدہم ہمارے بہت قدیم عنایت فرما اور ہم ان سے بہت بے تکلف ہیں۔ جب آپ زیارت عتبات عالیہ کے لئے تشریف لیجانے لگے تو ہم نے زبردستی فرمائش کردی کہ ہمارے لئے کتاب مرآۃ العقول شرح اصول و فروع کافی خرید کرلیتے آیئےگا۔ موصوف اپنے کرم کے ایسے پابند کہ کتاب خرید کر لیتے ہی آئے۔ اسے ہمارے پاس بھیجکر آپ نے ہمیں لکھا: "آپ کی تحریر کے مطابق مرآۃ العقول کی چاروں جلدیں آپ کے پاس بھیجدی تھیں۔ کتابوں کی قیمت صرف دس روپیہ ایک آنہ دینی پڑی۔ آپ خوش قسمت ہیں کہ اس قدر کم قیمت میں یہ کتابیں مل گئیں۔ برادرم مولوی شبیر حسن صاحب سلمہٗ وثیقہ اسکول فیض آباد کو یہ کتابیں بیس روپیہ میں ہاتھ آئیں۔" ہم نے ممدوح کو جواب لکھا کہ کتاب لانے کا شکریہ قبول فرمائیے۔ رہا ہماری خوش قسمتی کا مضمون تو اس کا جواب انشاء اللہ ہم رسالہ اصلاح میں دیں گے۔ حاجی صاحب معاف کریں اگر ہم کہیں کہ ہم خوش قسمت نہیں ہیں بلکہ بدقسمت اور نہایت بدقسمت ہیں۔ ہم لوگوں کی خوش قسمتی اور بدقسمتی وابستہ ہے ہمارے دین و ملت کی خوش قسمتی و بدقسمتی سے۔ اگر ہمارا مذہب اگر ہماری حکومت۔ اگر ہمارا ملک۔ اگر ہماری جماعت خوش قسمت ہے تو ہم بھی یقیناً نہایت درجہ خوش قسمت ہیں۔ لیکن اگر ہماری اصل یعنی مذکورہ بالا چیزیں بدقسمت ہیں تو

ہماری موت ہماری بربادی ہماری تباہی بلکہ ہمارا فنا ہے۔ دس روپیہ میں کتاب ملنے پر ہم خون کے آنسو روئے اور جگر پر سیکڑوں تلوار نیزے لگ گئے کہ آہ ہمارے مذہبی علوم ہمارے مذہبی ملک ہی میں آج اس درجہ پائمال ہو رہے ہیں کہ وہاں کے لعل و جواہر معمولی کنکر پتھر سے زیادہ ذلیل و حقیر ہو رہے ہیں۔ وہاں کی بہترین دولت حقیر ترین تنے سمجھی جانے لگی۔ ایران میں لاکھوں روپیہ صرف کرکے سابق زمانہ کے موفق مومنین نے ان بیش بہا ذخیروں کو مہیا کرکے عام کر دیا تھا کہ یہ کتابیں وہاں سے پچاس ساٹھ کو بھی ہندوستان میں آتی تھیں تو بہت ارزاں سمجھی جاتی تھیں مگر آج ایران مذہب سے اس درجہ بیزار ہو گیا اور مذہبی کتابوں سے اسکو ایسی نفرت ہو گئی کہ وہ کتابیں اس طرح پھینکی جا رہی ہیں جسطرح سنگریزے بلکہ سنگریزے کی حفاظت بھی شاید عمارتوں کے لئے کی جاتی ہو مگر واویلا ان ذخائر انوار و معارف کی کسی کام کے لئے ضرورت نہیں سمجھی جاتی یہ خوشی کا مقام نہیں بلکہ ماتم کرنے کا وقت ہے کہتے ہیں کسی کا گھر جلے اور کوئی تاپے۔ مگر خود ہمارا گھر جل رہا ہے اور ہم ہی تاپ رہے ہیں۔ کیا یہ کسیطرح خوش قسمتی کہی جاسکتی ہے؟ اگر یہ یورپ کی تقلید ہے تو خود یورپ میں سابق علوم کی اتنی قدر ہے کہ اسلامی علوم کا پرانا ایک ایک ورق کئی کئی پونڈ کو خریدا جاتا اور نہایت محنت سے جمع کیا جاتا ہے۔ جب کتاب پوری مل جاتی ہے تو سیکڑوں پونڈ اس کے مقابلہ میں ہیچ سمجھے جاتے ہیں مگر ایران کی تقلید اپنے نرالے اجتہاد کیساتھ ہے۔ حالانکہ ایران سے بہت پہلے مصر میں یورپ کا اثر پڑا مگر وہاں کی حالت یہ ہی کہ ایک اسلامی مذہبی کتاب چھپتی ہے اور کچھ ہی دنوں میں اس کی قیمت دوگنی بلکہ چوگنی ہو جاتی ہے۔ تاریخ خمیس ہمارے کتبخانہ میں غالباً پانچ چھ روپیہ میں آئی تھی مگر کچھ دنوں کے بعد اس کی قیمت غالباً پچاس روپیہ سے زیادہ ہو گئی لیکن ایران کا یہ حشر ہو رہا ہے۔ اگر دوسری قوم پر ایسی مصیبت آجائے کہ وہ اپنی قیمتی چیزیں کوڑیوں کے مول بیچنے پر مجبور ہو تو ہم ان چیزوں کو خرید کر خوش ہوں اور متنبی کا یہ شعر پڑھیں ؎

بذا قضت الایام ما بین اهلها   مصائب قوم عند قوم فوائد

یعنی زمانہ کی رفتار دنیا والوں کے ساتھ اسی طرح جاری ہے کہ ایک قوم کے مصائب دوسری قوم کے لئے فوائد ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ تو ہماری ہی مصیبت ہے فَلْيَبْكِ عَلَى الْاِسْلَامِ مَنْ كَانَ بَاكِيًا۔

کے بلانے کی غرض سے (جو قریب صبح اپنے گھر چلے گئے تھے) بھیجا۔ خدمتگار جا کر جناب شاہ طاہر کے مکان کی کنڈی ہلانے اور ان کو پکارنے لگا۔ وہ اس وقت اپنا عمامہ سر سے اُتارے اور عاجزی و مایوسی سے اپنی پیشانی کو خدائے بے نیاز کے سجدے میں رکھے شاہزادہ عبدالقادر کی صحت کے لئے گڑگڑا کر دعا کر رہے تھے۔ جب شاہی خدمتگار کے آنے کی خبر سنی تو سخت خوف طاری ہوا کہ معلوم ہوتا ہے میری اس بات (کہ بادشاہ سے شیعہ ہو جانے کی نذر کرائی) شاہ غضبناک ہو گیا ہے اور وہ مجھے قتل کرنے کے لئے طلب کرتا ہے۔ یا یہ بات ہے کہ شہزادہ عبدالقادر ختم ہو گیا اور بادشاہ نے اس نذر کو پہنے اور شاہزادے کے حق میں مبارک نہ پاکر مجھے سزا دینے کا ارادہ کیا ہے۔ تھوڑی دیر میں دوسرا خادم پہونچا اس سے شاہ طاہر کا خوف کچھ اور زیادہ ہو گیا۔ چاہا کہ دیوار پھاند کر مکان کی پشت سے کہیں بھاگ جائیں مگر اتنے میں اور سات آٹھ آدمی ان کے بلانے کو پہونچ گئے اور شاہ طاہر کو بھاگنے کا موقع بھی نہیں مل سکا۔ مجبور ہو کر آپ موت پر آمادہ ہو گئے اور اپنے اہل و عیال سے وصیت کر کے ان کو رخصت کیا اور تیز تیز قدم اٹھا کر بادشاہ کی خدمت میں چلے۔ جب ان کے تشریف لانے کی خبر بادشاہ نے سنی تو عادت کے خلاف خود استقبال کے لئے دروازہ تک دوڑا گیا اور اُن کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لایا اور اپنے مسند پر بٹھایا پھر کہا کہ مذہب اثنا عشری قبول کرنے کے جو لوازم ہوں بتائیے تاکہ میں ان سب کو بجا لاؤں۔ شاہ طاہر نے اس بارے میں مضائقہ کیا اور کہا پہلے حضور حقیقت حال کو مجھ سے بیان فرمائیں اس کے بعد حقیر جو کچھ جانتا ہے عرض کریگا۔ برہان شاہ نے کہا مجھ سے اس قدر صبر نہیں ہو سکتا پہلے مذہب شیعہ کو قبول کر لوں گا۔ اس کے بعد جو کچھ میں نے دیکھا ہے بیان کروں گا۔ شاہ طاہر نے کہا کہ حقیر کو سرکار کی خدمت میں جو اخلاص حاصل ہے اس بنا پر عرض کرتا ہوں کہ جب تک میں حقیقت حال سے واقف نہیں ہو جاؤں گا اس وقت تک محال ہے کہ مذہب شیعہ کے لوازم کو بیان کر سکوں۔ اس پر بادشاہ نے اپنے خواب دیکھنے اور شاہزادہ عبدالقادر کے بدن پر خود بخود لحاف پڑ جانے پھر اوس کے شفاء کامل پانے کا پورا واقعہ بیان کر دیا تب شاہ طاہر

نے پورے اطمینانِ خاطر سے بارہ امام کے نام بادشاہ کو (دوبارہ) بتائے اور ہر بزرگ کے مختصر فضائل و مناقب ذکر کر کے کہا کہ مذہب شیعہ کے ارکان و قواعد صرف یہ ہیں کہ حضرت رسولِ خدا صلعم کے اہلبیت سے تولّا اور ان کے دشمنوں سے تبرّا کیا جائے۔ برہان شاہ نے اسی صبح کو مذہب شیعہ قبول کر کے محبت اہلبیتؑ کا جام سرشار پی لیا۔ اور یہ شعر زبان سے پڑھنے لگا۔

چہ مبارک سحرے بود چہ فرخندہ شبے
آں شبِ قدر کہ ایں تازہ براتم دادند

یعنی یہ کیسی مبارک صبح اور کیسی عید کی رات تھی جس میں مجھ کو یہ (مذہب شیعہ ایسی) تازہ نعمت حاصل ہوئی۔ اس کے بعد برہان شاہ کے بیٹے شہزادہ حسین۔ شہزادہ عبدالقادر۔ ان کی ماں بی بی آمنہ۔ اور شاہی خاندان کے دوسرے مرد و عورت بلکہ تمام اہلِ حرم نے مذہب شیعہ اختیار کر کے محبتِ اہلبیت کا جھنڈا بلند کر دیا۔ اس کے بعد آفتاب طالع ہوا اور برہان شاہ نے چاہا کہ اسی وقت مجمع عام کر کے خطبہ سے خلفاء ثلثہ کا نام نکال دے۔ اور بارہ امام کے نام کا خطبہ جاری کر دیا جائے۔ مگر شاہ طاہر نے اس امر میں جلدی کرنے سے روکا اور کہا سلطنت کی خیریت اور وقت کی مصلحت یہ ہے کہ فوراً یہ راز فاش نہیں کیا جائے۔ بلکہ مناسب تدبیر سے اپنی غرض حاصل کی جائے۔ بہتر یہ ہے کہ پہلے فرقۂ اہلسنت کے چاروں مذہب (حنفی۔ شافعی مالکی اور حنبلی) کے علماء کو جمع کر کے سرکار فرمائیں کہ میں مذہب حق کا طالب اور صراطِ مستقیم کا خواہاں ہوں۔ (اور یہ تو ممکن نہیں ہے کہ اہلسنت کے چاروں مذہب حق ہوں بلکہ ایک ہی حق اور باقی تین باطل ہوں گے اس سبب سے) آپ حضرات ان چاروں مذہبوں میں جو حق ہو اس کو اپنے اتفاق سے تجویز کر کے اختیار کر لیں تاکہ میں بھی اسی مذہب کو پسند کر کے دوسرے مذہبوں سے اپنے کو محفوظ کر لوں۔ برہان شاہ نے شاہ طاہر کی تدبیر پر عمل کر کے مولانا پیر محمد استاد و مولانا افضل خان ثانیہ و مولانا ملا داؤد دہلوی اور دوسرے بڑے بڑے علماء حنفی و شافعی و مالکی و حنبلی کو جو ریاست احمد نگر میں موجود تھے جمع کیا اور ان کل حضرات سے گزارش کی کہ قلعہ شاہی کے اندر اس عمارت میں جہاں شاہ طاہر کا مدرسہ ہے ہر روز ان

چاروں مذہب کی صحت یا بطلان کے متعلق بحث ومناظرہ اور تحقیق حق کریں۔ چنانچہ اس پر عمل شروع ہوا اور ہر مذہب کے علماء دوسرے مذہب کے علماء سے بحث کرتے اور خاص جدوجہد سے دوسرے مذہبوں پر اپنے مذہب کی حقیت ثابت کرنے کے لئے دلائل وبراہین قائم اور دوسروں کی دلیلوں کو رد کرنے لگے۔ اکثر اوقات میں خود بادشاہ بھی اس مجلس علماء میں پہونچ جاتا تھا مگر چونکہ علوم (نقلیہ وعقلیہ) کے اکثر مسائل سے واقف نہیں تھا اس وجہ سے ان میں تمیز کرنے کے درپے نہیں ہوتا تھا۔ اس طرح چھ مہینے گزر گئے کہ کل علماء کرام اپنے اپنے مذہب کے حق ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہے مگر کسی کو بھی کامیابی نہیں ہوئی۔ تب برہان شاہ نے شاہ طاہر سے کہا کہ یہ تو عجیب صحبت نظر آرہی ہے (چھ مہینے ہو گئے مگر آج تک یہ طے نہیں ہو سکا کہ مذہب حنفی حق ہے یا شافعی یا مالکی یا حنبلی) اس کا کیا سبب ہے کہ ان چاروں مذہبوں سے کسی کی بھی حقیت ثابت نہیں ہوتی اور کسی ایک مذہب کو دوسرے مذہبوں پر ترجیح دینے کی وجہ نہیں ملتی اور ہر مذہب کے علماء اپنے ہی مذہب کے صحیح ہونے کا دعوی اب تک کئے جارہے ہیں (اور ان کا آپس کا اختلاف کسی طرح ختم نہیں ہوتا) اب میں کیا کروں اور ان چاروں مذہبوں سے کس کو اختیار اور کس کو ترک کروں۔ اگر اسلام میں ان چاروں مذہبوں کے علاوہ کوئی مذہب ہو تو اس کا نام بتایا جائے تاکہ اس کو بھی جانچ کر اس کے حق یا باطل ہونے کی کیفیت میں دیکھ لوں۔ شاہ طاہر نے کہا کہ ایک دوسرا مذہب بھی ہے جس کو مذہب اثنا عشری کہتے ہیں۔ اگر سرکار کا حکم ہو تو اس مذہب کی کتابیں بھی کسی طرح منگائی جائیں۔ برہان شاہ نے اس کا اشارہ کیا تو بڑی کوشش اور تلاش کے بعد علماء شیعہ سے ایک بزرگ (مولانا) شیخ احمد نجفی ملے۔ وہ لائے گئے تو اہلسنت کے چاروں فرقوں (حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی) کے علماء سے مناظرہ شروع کیا۔ شاہ طاہر بھی جناب شیخ احمد نجفی کی تائید وتقویت کرتے تھے۔ علماء اہلسنت کو چونکہ خبر ہو گئی تھی کہ شاہ طاہر بھی مذہب شیعہ ہی کے پابند ہیں اس وجہ سے کل علماء اہلسنت نے اپنے پورے اتفاق سے ان کا مقابلہ کیا اور سب نے اپنے گھٹنے ٹیک دیئے کہ مذہب شیعہ کے

عالم کو شکست دیدیں مگر اکثر اوقات خود ہی شکست کھا کر مجلس سے اوٹھ جایا کرتے تھے
رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہونچی کہ شاہ طاہر نے اسی طرح کتب اہلسنت کو درمیان
میں لاکران سب سے خلافت افضل البشر بعد خیر البشر یعنی ابوبکر صدیق۔ قصہ قرطاس
و قصہ باغ فدک وغیرہ کو چھیڑ دیا۔ غرض جب برہان شاہ نے دیکھا کہ کل علماء اہلسنت
مناظرہ میں شاہ طاہر سے عاجز ہو گئے ہیں تو سب لوگوں سے شہزادہ عبدالقادر کے
بیمار پڑنے۔ حضرت رسول خدا کو خواب میں دیکھنے اور شہزادہ کے اوپر خود بخود سحاف
پڑنے کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا جس کو سن کر اس مجلس کے اکثر علماء اہلسنت اور ارکان
دولت نیز ہندی و ترکی و حبشی غلاموں۔ امیروں۔ منصب داروں۔ فوجی افسروں۔
شاگرد پیشوں۔ یہاں تک کہ چار دیب کشتوں۔ فراشوں اور فیلبانوں نے بھی جن سب کی تعداد
ملکر تقریباً تین ہزار ہو گئی تھی مذہب اہلسنت چھوڑ کر اوسی وقت مذہب شیعہ اثنا عشری
اختیار کر لیا۔ اور اصحاب ثلثہ کا نام خطبہ سے نکال کر ان کی جگہ حضرات ائمہ معصومین کے
اسماء گرامی کو درج کر کے پڑھنے لگے۔ اور جتنے سفید بابت سلطان بہادر گجراتی کو سبز رنگ سے
بدل کر اس مذہب شیعہ اثنا عشری میں سب پختہ اور مستحکم ہو گئے۔

مگر مولانا ملا پیر محمد استاد اور صرف چند دوسرے علماء اہلسنت اس تبدیلی مذہب
کو دیکھ کر غضبناک ہوئے اور خفا ہو کر اس مجلس سے نکل گئے اور باہر آکر فتنہ و فساد
برپا کر دیا جس سے غوغا اور شور عظیم شہر احمد نگر میں بلند ہوا۔ اور متعصب امراء کبار و
منصب داروں سے بہت لوگوں نے رات کے وقت مولانا ملا پیر محمد صاحب کے پاس جا کر
کہا کہ ع اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست۔ اے حضور یہ سب مصیبتیں آپ ہی کی لائی
ہوئی ہیں۔ اس سید (شاہ طاہر) کو جو ہمارے دل اور مذہب کیلئے بلائے جان ہو گیا ہے
آپ کہاں سے لائے؟ چونکہ علوم و فنون میں بڑا کامل ہے اس وجہ سے اس نے ہمارے
بادشاہ کو بھی گمراہ کر دیا اور ہمارے علماء پر بھی ایسا جادو کر دیا کہ سب کی زبان بند ہو گئی
اور کسی سے اس کے مقابلہ میں کچھ بولا نہیں جاتا ہے۔ اب حضور ہی بتائیں کہ کون تدبیر
اختیار کی جائے۔ اس پر بعض ارکان و اعیان سلطنت نے کہا کہ ہم سب لوگ حملہ کر کے
شاہ طاہر پر ٹوٹ پڑیں اور اس کو قتل کر ڈالیں۔ مگر مولانا پیر محمد صاحب نے کہا کہ

جب تک بادشاہ (برہان نظام) زندہ ہیں یہ بات چل نہیں سکتی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ پہلے آپ لوگ برہان شاہ کو سلطنت سے معزول کرکے شہزادہ عبدالقادر کو تخت پر بٹھادیں۔ پھر شاہ طاہر کو خلائق کی عبرت کے لئے سخت ترین سزائیں دینے کے بعد قتل کردیں۔ غرض بعینہ یوسف عادل شاہ کے واقعہ کیطرح مذہب کیلئے ہجوم خلائق ظاہر ہوا کہ بارہ ہزار سوار و پیادہ نے مولانا ملا پیر محمد کے ساتھ دروازہ قلعہ شاہی کے مقابل کالا چبوترہ کے نزدیک جمع ہوکر محاصرہ کے قصد سے صفیں آراستہ کرلیں اور شاہ طاہر کے مکان کو ان کے بچوں کے ساتھ گھیر کر اس پر چوکیداروں کا پہرا قائم کرکے فتنہ عظیم برپا کردیا۔ برہان شاہ اس حادثہ پر مطلع ہوا تو حکم دیا کہ قلعہ کا دروازہ بند کردو اور قلعہ کے سپاہی برجوں اور دیوار پر چڑھ کر توپ سے ان فسادیوں کو دفع کریں۔ مگر جب ان لوگوں کا غوغا حد سے زیادہ ہوگیا تو بادشاہ نے عالم اضطراب میں شاہ طاہر سے پوچھا کہ اس فتنہ و فساد کا انجام کیا ہوگا؟ شاہ طاہر نے جو علم رمل میں ملا شمس الدین جعفری کے شاگرد تھے قرعہ ڈالکر حکم دیا کہ ابھی حضور کے سب سپاہی قلعہ کا دروازہ کھول کر سوار ہوجائیں کہ اسی وقت فتح و ظفر کی گھڑی پہونچ گئی ہے۔ سب فسادی بھاگ جائیں گے۔ برہان شاہ اس رائے پر فوراً آمادہ ہوگیا اور بغیر کوئی تامل کئے ہوئے ہتھیار باندھ کر تین چار سو سوار۔ ایک ہزار پیادہ۔ پانچ ہاتھی اور چتر سبز و علم لیکر شاہ طاہر کے ساتھ قلعہ سے باہر نکل پڑا۔ شاہ طاہر نے باہر آتے وقت ایک مٹھی خاک و اٹھائی اور اوس پر آیۂ سیھزم الجمع[1] پڑھکر دشمنوں کی طرف پھینکی اور جو جماعت ساتھ تھی اوس سے کچھ لوگوں کو بھیجا کہ مخالفوں کی فوجوں کے پاس جاکر پکار کر کہدیں کہ جو شخص سلطنت کا خیر خواہ ہے وہ بادشاہ کے چتر اور علم کے سایہ میں فوراً چلا آئے بالکل محفوظ رہے گا۔ اور جو شخص حرام خور ہے وہ مولانا ملا پیر محمد کے ساتھ رہکر بادشاہی سزا و سیاست کا منتظر رہے۔ جب بادشاہ

[1] قرآن مجید: اَمْ یَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِیْعٌ مُّنْتَصِرٌ سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۔ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری بڑی قوی جماعت ہے۔ اچھا بہت جلد شہرہ قوی جماعت شکست کھاجائیگی اور سب اپنی پیٹھ پھیر کر بھاگ جائینگے (پ ۲۷ رکوع ۱۰)

کی کھی ہوئی جماعت نے اس بات کا اعلان کیا تو اوسی وقت امرار اور سرداران لشکر
امان کی درخواست کرکے بادشاہ کی رکاب ظفر انتساب کے ساتھ ہوگئے اور مولانا ملا
پیر محمد صرف چند سپاہیوں کے ساتھ اپنے مکان کی طرف بھاگے۔ برہان شاہ نے ملک احمد
تبریزی کو جو شاہی دربار کے مقربین سے تھے اور خواجہ محمود کو جو مرزا جہان شاہ کی
اولاد سے تھے بہت سے دوسرے معتبر لوگوں کے ساتھ مولانا ملا پیر محمد کے سر پر مسلط
کردیا کہ ان کو گرفتار کرلائیں اور برہان شاہ نے تو ان کے قتل کا حکم بھی دیدیا۔ مگر
شاہ طاہر نے ان کے قدیم حقوق اور گزشتہ احسانوں کا خیال کرکے بادشاہ سے ان کی
سفارش کی۔ اس پر برہان شاہ اگرچہ ان کے خون سے باز رہا مگر ان کو ایک قلعہ میں قید
کردیا۔ اور چار سال کے بعد پھر شاہ طاہر ہی کی درخواست پر اس سے بھی ان کو آزاد کرکے
مثل سابق مسند قرب و عزت پر جگہہ بخشی۔

جس مکان میں اور جس جگہہ برہان شاہ نے یہ خواب دیکھا تھا ایک عالی شان عمارت
بنائی گئی جس کا نام بغداد رکھا گیا۔ اور جس جگہہ شاہی مدرسہ تھا وہاں حسین نظام شاہ
(بادشاہ) نے اپنے عہد میں گچ اور پتھر کی ایک مسجد بنوادی جو مرتضی نظام شاہ کی بادشاہت
کے شروع زمانہ میں قاضی بیگ طہرانی کے زیر اہتمام تکمیل کو پہونچی۔

ان واقعات کا لکھنے والا محمد قاسم فرشتہ (مصنف تاریخ فرشتہ) کہتا ہے کہ حضرت
رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برہان شاہ کا خواب دیکھنا بالکل اس خواب کے
مشابہ ہے جو غازان شاہ بادشاہ ایران نے دیکھا تھا اور برہان شاہ کا اپنے خواب پر
شیعہ ہو جانا بھی ویسا ہی ہے جیسا غازان شاہ کا اپنے خواب سے شیعہ ہونا۔ کیونکہ ایران و
توران کے مورخوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ غازان شاہ نے مسلمان ہونے کے بعد دو
مرتبہ حضرت رسالت پناہ کو خواب میں دیکھا۔ اور دونوں مرتبہ حضرت امیر المومنین یعسوب الدین
علی ابن ابی طالب علیہ السلام بھی آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے۔ دونوں دفعہ حضرت رسولخدا صلعم
نے غازان شاہ سے اپنی عترت طاہرہ (اہلبیت کرام) کی تعریف کرکے کہا کہ چاہیے میرے اہلبیت
کے ساتھ تم اخلاص کا برتاؤ قائم رکھو اور ان حضرات کی پیروی کرکے سادات کی عزت کرتے
رہنا۔ اسی سبب سے غازان شاہ نے حضرت پیغمبر آخر الزمان کے اہلبیت کی محبت کو اپنے

صفحۂ دل پر نقش کر لیا تھا اور سادات کربلا و نجف کی اطاعت و تقلید کو ضروری اور اہم جانتا نیز شیعہ مذہب والوں کو دربار شاہی میں مقرب کر کے ہر شخص کو بڑے بڑے منصب اور عہدے دیتا تھا۔ اور بعض تواریخ میں یہ مضمون بھی نظر سے گزرا ہے کہ غازان خان اکثر اوقات یہ بات زبان پر لاتا تھا کہ میں اصحاب کا منکر نہیں ہوں اور ان کی بزرگی اور فضلیت و بہتری کا زیادہ سے زیادہ اقرار کرتا ہوں لیکن چونکہ حضرت رسالت پناہ نے حضرت ولایت انتساب (جناب امیر المومنین) کی محبت و اخلاص کے قواعد میں ان کے گیارہ فرزندوں (یعنی باقی گیارہ اماموں) کی محبت و اخلاص کی سفارش بھی کی ہے۔ اس سبب سے اخلاص و خدمتگاری کے جو لوازم ہیں وہ ان حضرات کے بارے میں زیادہ بجا لاتا ہوں۔ اور غازان خان چونکہ حضرات اہلبیت کی محبت کمال درجہ رکھتا تھا اسی سبب سے مرتے وقت اپنے چھوٹے بھائی الجاتو سلطان سے بھی جو سلطان خدا بندہ کے نام سے مشہور ہے حضرات اہلبیت سے محبت رکھنے کی وصیت کرتا گیا۔ اس بادشاہ (سلطان خدا بندہ) نے اپنے بھائی سے بھی بڑھ کر کام کیا کہ مذہب شیعہ کو اختیار کر کے بارہ امام کا نام خطبہ اور سکہ میں جاری کر دیا۔ اور باقی صحابہ کے نام دونوں سے نکال دیئے اب اس عظیم الشان تاریخ کا مصنف دریائے حیرت میں غوطہ کھا کر کہتا ہے کہ اگر مذہب شیعہ ہی حق ہے تو دوسرے مذہبوں کا انجام کیا ہوگا۔ اور اگر دوسرا مذہب (اہلسنت) حق ہے تو اس کی کیا وجہ کہ حضرت رسول خدا صلعم نے ان بادشاہوں سے مذہب شیعہ ہی کی ترویج کی سفارش کی۔ اے اللہ تو ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کو کھول دے اور تو ہی کھولنے والے سے بہتر ہے۔ امید کہ معاملہ کے سمجھنے والے عزیزان (مسلمان) جب اس مقام پر پہونچیں تو بادصرصر کی طرح (سرسری نظر سے) نہ گذر جائیں۔ بلکہ اس مقام پر خوب فکر کو کام میں لا کر التفات و توجہ کے زمام کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ کہ یہ جگہ تامل و تفکر کی ہے (تاریخ فرشتہ کی عبارت کا ترجمہ ختم ہوا)

برہان نظام شاہ کے اس خواب اور مذہب بدل کر پوری سلطنت کو شیعہ کر دینے نے ایک زلزلہ پیدا کر دیا۔ دور دراز ملکوں کے غیر شیعہ حضرات سہم گئے اور مذہب شیعہ کو ہر طرف غیر معمولی ترقی ہونے لگی۔ یہ واقعہ اس درجہ یقینی اور مثل آفتاب روشن ہوا

کہ ہر جگہ اس کا چرچا ہوتا رہا مگر کسی کو جرأت نہیں ہوئی کہ اسے غلط کہہ سکے۔
یہاں تک کہ بڑے بڑے علماء و محققین اہلسنت سے اس کے متعلق استفتاء کیا گیا ان لوگوں نے بڑی کوشش کر کے اس کی مختلف تاویلیں کیں اور عجیب و غریب جوابات دیکر اپنے حلقہ بگوشوں کو اپنے دائرہ میں رکھنے کا فرض ادا کیا لیکن اصل واقعہ پر کسی طرح بھی پردہ نہیں ڈال سکے۔ مثلاً کئی سو برس کے بعد ہندوستان کے نہایت زبردست محقق و عالم و حامیِ اہلسنت خاندان کے رکن ثانی جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کے فرزند ارجمند جناب مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی مشہور مصنف کتاب تحفہ اثنا عشریہ سے بھی اس کے متعلق چند بار لوگوں نے مختلف مقامات سے سوالات کئے کہ اس خواب کی حقیقت بیان فرمائیں[1]۔ ممدوح برابر اس کا جواب دیتے رہے مگر کبھی اس سے انکار کرنے کی ہمت نہ کر سکے۔ خود ممدوح ہی اپنی ایک مشہور کتاب میں تحریر فرماتے ہیں۔

سوال۔ حکایت طاہر قمی با برہان شاہ کہ دعوت بمذہب امامیہ نمودہ بود و تقاضائے پسر او را معلق باختیار مذہب ائمہ اثنا عشر ساختہ باز رو یائے برہان شاہ جناب رسالتمآب را و فرمودن آں جناب کہ فرزند تو شفا یافت و بگفتۂ طاہر عمل کن از تاریخ فرشتہ منقول فرمودہ بودند۔ و توجیہ آں جواب بر مذہب اہلسنت استدعا نمودہ۔

جواب۔ اول مہربان من ایں سوال و اشکال چند بار پیش فقیر آمدہ و در جواب آں تحریرات چند واقع شدہ کہ ایں وقت نہ در حافظۂ فقیر است و نہ منقول پیش فقیر ماندہ

---

[1] گویا ان لوگوں کا اشارہ اس طرف تھا کہ آپ نے مذہب شیعہ کی رد میں تو اتنی عظیم الشان کتاب تحفہ اثنا عشریہ تصنیف فرمائی جیسی کوئی کتاب ابتداء سے آج تک علماء اہلسنت نہیں لکھ سکے تھے مگر اس کتاب کے کل مضامین تو ایک طرف رہے اور برہان نظام شاہ کا صرف یہ ایک خواب الگ طرف رہا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خود حضرت رسول خدا صلعم نے برہان شاہ کو حکم دیا کہ مذہب اہلسنت کو ترک کر دو اور مذہب شیعہ کو اختیار کر لو۔ پس اگر مذہب شیعہ حق نہیں تھا تو آنحضرت صلعم نے ایسی سفارش کیوں فرمائی ۱۲۔

لیکن الحال انچہ در حل ایں اشکال کفایت می کند بلکہ ازیں نوع اشکال چند مواقع مشہور زائل گردد تحریر می آید یعنی

سوال - طاہر قمی کا واقعہ برہان شاہ کے ساتھ کہ اس نے اس بادشاہ کو مذہب شیعہ کی طرف بلایا اور اوس کے فرزند کے شفا پانے کو ائمہ اثنا عشر کا مذہب قبول کرنے پر معلق کیا تھا - پھر برہان شاہ کا حضرت رسول خدا صلعم کو خواب میں دیکھنا اور آنحضرت کا اوس سے فرمانا کہ تمہارا فرزند شفا پاگیا اور تم طاہر کے کہنے پر عمل کرو تاریخ فرشتہ سے نقل فرمایا اور مذہب اہلسنت کے مطابق اس کے جواب کی استدعا کی تھی -

جواب - پہلے اے مہربان یہ سوال اور اشکال چند بار فقیر کے نزدیک آیا اور اسکے جواب میں چند مضامین لکھنے کا اتفاق ہوا جو اس وقت نہ اس فقیر کے حافظہ میں موجود ہیں اور نہ ان جوابوں کی نقل اس فقیر کے پاس باقی رہی - لیکن اب اس اشکال کے حل میں جو (دہتہ) کفایت کرتا ہے بلکہ اس نوع سے دوسرے چند مشہور مواقع کے اشکال بھی زائل ہو جاتے ہیں لکھے جاتے ہیں اسکے بعد ایک مقدمہ لکھا ہے کہ علم کے اسباب کیا کیا ہیں جو طویل ہے اور اس کے نقل کرنے کی ضرورت بھی نہیں - البتہ اس کے بعد اصل جواب جو دیا وہ صرف اس قدر ہے - تحریر فرماتے ہیں - چون ایں مقدمہ ممہد شد پس می گویم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برہان شاہ راہمیں فرمودہ باشند کہ فرزند تو شفا یافت و مطلب تو حاصل شد - بر گفتہ طاہر عمل مکن - و این شخص یعنی برہان شاہ چون گفتہ طاہر را در مخیلہ مملو داشت بہ مجرد شنیدن ایں لفظ توہم کرد کہ شاید امر می کنند حال آنکہ ایشاں نہی می فرمودند - این است جواب تحقیقی ایں حکایت - وبعضے علماء ازیں حکایت جواب دیگر دادہ اند کہ چنداں پسند فقیر نیست - یعنی جب یہ مقدمہ اچھی طرح ممہد ہوگیا تب میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے برہان شاہ کو یہی فرمایا ہو گا کہ تمھارے فرزند نے شفا پائی اور مطلب تمھارا حاصل ہوگیا اب طاہر کے کہنے پر عمل مت کرنا - اور اس شخص یعنی برہان شاہ نے چونکہ طاہر کی بات کو اپنے ذہن میں بھر رکھا تھا آنحضرت کے لفظ عمل مکن کے سننے کے ساتھ ہی توہم کیا کہ شاید

حضرت محمد کو حکم کر رہے ہیں حالانکہ حضرت منع فرما رہے تھے۔ اس واقعہ کا تحقیقی جواب
یہی ہے۔ اور بعض علماء نے اس واقعہ کے دوسرے جوابات دیئے ہیں۔ جو اس فقیر کو
پسند نہیں ہیں" (کتاب فتاوے عزیزی مصنفہ شاہ عبدالعزیز صاحب مطبوعہ دہلی جلد اول)
اس عبارت سے یہ تو یقیناً معلوم ہوا کہ بہت سے علماء سے اس مشکل کا جواب دریافت
کیا گیا مگر یہ اس درجہ متواتر خبر تھی کہ کسی کو اصل واقعہ ہی سے انکار کرنا ممکن نہیں ہو سکا۔
اور آج تک یہ واقعہ بے حساب کتابوں میں لکھا جا چکا۔ پھر خود شاہ عبدالعزیز صاحب
ایسے علامۂ محقق سے پوچھا گیا۔ اگر اس کے واقع ہونے میں ذرہ برابر بھی شک و شبہہ
کی گنجائش ہوتی تو ممدوح آسانی سے فرما دیتے۔ کہ مورخ فرشتہ نے غلط لکھا ہے
یا اوس کو غلط خبر ملی ہوگی۔ یا اس کا راوی ضعیف ہے یا اس روایت کا سلسلہ درست
نہیں ہے یا یہ اخبار احاد سے ہے جس پر نفس کو اعتبار نہیں ہو سکتا۔ لیکن ممدوح نے
بھی پورا واقعہ تسلیم کر کے اس پر اپنی بھی مہر تصدیق ثبت کر دی اور ان علماء کی بھی جنھوں
نے اس کے جواب دینے کی کوشش کی مگر اصل سے انکار نہ کر سکے [1]۔ ایسا خواب البتہ اس

---

[1] کل علماء کے جواب کا نقل کرنا عبث ہے کیونکہ شاہ صاحب ایسے محقق نے خود ہی فرما دیا کہ وہ
جوابات ہمیں پسند نہیں ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ شاہ صاحب نے بھی اس کے متعدد جواب دیئے جو ان کو
محفوظ نہیں رہے مگر ان سب سے بھی بہتر جو جواب دے سکے وہ صرف اس قدر کہ آنحضرت صلعم نے خواب میں بادشاہ
سے شاید یہ فرمایا ہوگا کہ شاہ طاہر کے کہنے پر عمل نہ کرو مگر انھوں نے یہ خیال کر لیا کہ آنحضرت عمل کرنے کو فرماتے
ہیں۔ غرض آپ نے برہان شاہ کے نذر کرنے۔ خواب میں رسول خدا صلعم اور بارہ امام کے تشریف لانے اور ایک شخص
کے اس کہنے کو مان لیا کہ آپ بارہ امام ہیں اور اس کو بھی تسلیم کر لیا کہ اسی رات کو خدا نے شہزادہ عبدالقادر کو شفا دیدی
اسکی بھی تصدیق کی کہ خواب میں حضرت رسول خدا صلعم نے برہان شاہ سے کہا کہ اے برہان خدا تعالی ببرکت علیؑ و
فرزندانش عبدالقادر را شفا بخشید یعنی اے برہان خدا تعالی نے علیؑ اور ان کے فرزندوں کی برکت سے عبدالقادر کو شفا
بخشدی۔ اگر اختلاف کرنے کا موقع جناب ممدوح کو ملا تو صرف خواب کے آخری جزو سے کہ آنحضرت صلعم نے یہ نہیں
فرمایا ہوگا کہ از گفتۂ فرزندم طاہر تجاوز نہ نمائی۔ میرے فرزند طاہر کے کہنے سے باہر نہ ہونا بلکہ اس کے عوض یہ فرمایا
ہوگا کہ طاہر کے کہنے پر عمل نہ کرنا۔ لیکن یہ جواب اس درجہ مضحکہ خیز ہے کہ اسے سن کر کوئی بچہ بھی اپنی ہنسی کو ضبط

قابل ہوتا ہے کہ اس پر انسان عمل کرے اور اس کو کسی مذہب کی حقیقت کے ثبوت میں پیش کرے
برہان شاہ نے بالکل وہی باتیں خواب میں دیکھیں جو حضرت رسولِ خدا بار بار اپنی زندگی
میں فرماتے اور اعلان کرتے رہے تھے۔ کوئی بھی نئی بات نہیں تھی۔
بارہ امام کی تحقیق:۔ آنحضرت نے یہی تو فرمایا کہ شاہ طاہر کے کہنے کے مطابق بارہ امام کا
مذہب اختیار کرلو اور انھیں کی پیروی کرتے رہو۔ یہی بات حضرت اپنی زندگی میں بھی

نہیں کرسکتا اس لئے کہ اگر اسکو مان لیا جائے تو پھر دنیا میں کوئی کلام درست نہیں رہ سکتا۔ جس بات کیلئے کوئی شخص
دوسرے سے کہے کہ فلاں کام کرو۔ تیسرا شخص کہہ سکتا ہے کہ ممکن ہے اس نے کہا ہو تم نہ کرو اور تم نے سمجھا یہ ہو کہ کرو
مثلاً ایک استاد کسی شاگرد کو کتب خانہ کے محرر کے پاس بھیجے اور کہے کہ فلاں کتاب مانگ لاؤ اور محرر اس شاگرد سے کہے کہ
استاد نے یہ کہا ہوگا کہ وہ کتاب نہ لاؤ۔ اور تم نے اپنے ذہن میں کتاب کا لانا رکھا ہوگا۔ اس وجہ سے استاد کے
قول "نہ لاؤ" کو تم "لاؤ" سمجھے۔ یا باپ بیٹے سے کہے کہ فلاں درزی سے اپنا کپڑا مانگ لاؤ۔ اور درزی بیٹے کو
جواب دے کہ تمھارے باپ نے یہ کہا ہوگا کہ کپڑا مت لاؤ۔ مگر تمھارے ذہن میں کپڑے کا لانا تھا اس وجہ سے تم یہی
سمجھے۔ کوئی افسر اپنے ماتحت کو حکم دے کہ فلاں زمیندار سے سرکاری لگان وصول کرو اور جب وہ ماتحت وصولی کو پہنچے
تو زمیندار صاحب جواب دیں کہ افسر نے یہ کہا ہوگا کہ فلاں زمیندار سے سرکاری لگان مت وصول کرو۔ مگر تمھارے
ذہن میں وصولی تھی اس سبب سے تم نے ایسا سمجھا۔ مختصر یہ کہ اس طرح ہر کلام اُلٹ دیا جا سکتا ہے۔
خود قرآن مجید کے خوابوں کے متعلق بھی مخالفین یہی اصول اختیار کرکے کہہ سکتے ہیں کہ حضرت یوسفؑ نے جو فرمایا رَاَیْتُ
اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُھُمْ لِیْ سَاجِدِیْنَ میں نے خواب میں گیارہ تارے اور آفتاب و ماہتاب کو دیکھا کہ مجھے
سجدہ کررہے ہیں۔ تو انھوں نے درحقیقت یہ دیکھا تھا کہ رَاَیْتُھُمْ لِیْ سَاجِدِیْنَ یعنی وہ سب مجھے سجدہ نہیں کررہے ہیں۔ مگر چونکہ
ان کے ذہن میں پہلے سے یہ بات تھی کہ میرے بھائی مجھے مانیں اس وجہ سے آپ نے غیر ساجدین کو ساجدین سمجھ لیا۔
حضرت اسمٰعیلؑ کے ذبح کے متعلق بھی مخالفین یہی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نے خواب میں واقعۃً یہ دیکھا
تھا اِنِّیْ لَا اَذْبَحُکَ میں اسمٰعیل کو ذبح نہیں کررہا ہوں مگر چونکہ پہلے سے ان کے ذہن میں تھا کہ میں اسمٰعیلؑ کو
خدا کی راہ میں قربان کروں اس وجہ سے انھوں نے اپنے خواب کو اُلٹا سمجھا۔ غرض شاہ صاحب کی تاویل سے
دنیا کی کوئی بات قائم نہیں رہ سکتی۔ خود آنحضرتؐ کی وحیوں کے متعلق بھی یہی طوفانِ بدتمیزی قائم ہوجائیگا
کہ آنحضرت کو وحی ہوتی تھی کہ بت پرستی کو نہ رد کو مگر چونکہ آپ کے ذہن میں اُسکی برائی پہلے سے بھری تھی اس

ارشاد فرماتے تھی جو مختلف کتابوں میں مختلف الفاظ سے ذکر کی گئی ہے۔ مگر مفہوم سب کا
ایک ہی ہے۔ مثلاً فرمایا لایزال ھذا الدین منیعا الی اثنا عشر خلیفة جب تک اس دین
اسلام میں بارہ خلیفہ ہوتے رہینگے یہ دین غالب اور مستحکم ہی رہیگا۔ لایزال الاسلام عزیزا
الی اثنا عشر خلیفة جبتک بارہ خلیفہ رہینگے اسوقت تک اسلام غالب ہی رہیگا۔ یملک ھذہ
الامة اثنا عشر خلیفة کعدة نقباء بنی اسرائیل اس امت کے سردار بارہ خلیفہ ہوتے رہیں گے
جسطرح بنی اسرائیل کے نقیب بھی بارہ ہوئے تھے۔ یکون لھذہ الامة اثنا عشر خلیفة
فیما لا یضرھم من خذلھم کلھم من قریش اس امت کے بارہ خلیفہ سردار اور رہبر ہوتے
رہیں گے جو شخص ان کا ساتھ چھوڑیگا وہ (اپنا ہی نقصان کریگا) ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑ

سبب سے آپ نے الٹا خیال کیا کہ خدا بت پرستی سے منع کر رہا ہے یا حضرت کو واقعاً وحی یہ ہوئی تھی کہ لَا تَدْعُ اِلَی الْاِسْلَام
لوگوں کو اسلام کی طرف دبلاؤ مگر چونکہ آپ کے ذہن میں پہلے سے اسلام کی خوبی بھری تھی اس سبب سے سمجھے کہ خدا
فرماتا ہے اُدْعُ اِلَی الْاِسْلَامِ یعنی آنحضرت توہم کرد کہ شاید امر می کند حال آنکہ ایشاں نہی می فرمود۔ آنحضرت
نے توہم کیا کہ شاید خدا مجھ کو حکم کر رہا ہے حالانکہ خدا نے تو منع فرمایا ہے۔ عبادات کے متعلق بھی ہر شخص
یہ کہہ سکتا ہے کہ خدا نے آنحضرت پر وحی کی لَا تُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ تم نماز نہ قائم کرو مگر چونکہ آنحضرت کے ذہن میں تھا کہ نماز
قائم کی جائے اس وجہ سے آپ نے توہم کیا کہ شاید خدا مجھکو حکم کر رہا ہے۔ حالانکہ خدا نے تو منع کیا ہے
اب شاہ صاحب کے جواب کو دوسری طرح سے دیکھو۔ اگر واقعا خدا کو یہ مطلوب نہیں تھا کہ شاہ طاہر کے
کہنے پر برہان شاہ عمل کرے تو اس نے شاہ طاہر کی تجویز کو کامیاب کیوں ہونے دیا۔ شاہزادہ عبدالقادر کو
شفا بخشنا اور برہان شاہ کے خواب میں آنحضرت اور بارہ امام کو بھیجنا خدا ہی کا کام تو تھا۔ وہ تو جانتا تھا کہ شاہ
طاہر برہان شاہ کو مذہب اہلسنت ترک کرنے اور مذہب شیعہ کے قبول کرنے اس کے پھیلانے پر آمادہ کرنے والے ہیں
اس وجہ سے ایک شب پہلے ہی وہ شہزادہ کو شفاء دے دیتا کہ نہ اس کی بیماری رہتی نہ شاہ طاہر نذر ماننے کو کہتے
نہ برہان شاہ شیعہ ہوتا۔ بلکہ خدا تو جانتا تھا کہ شاہزادہ عبدالقادر کے بیمار پڑنے کا یہ سب نتیجہ ہوگا۔ وہ اس کو مرض
میں مبتلا ہی نہ کرتا۔ اگر شاہزادہ کی تقدیر میں علیل ہونا ضروری تھا تو خدا کسی اہلسنت ولی یا پیر یا عالم
کے دعا ہی پر اس کو صحت بخش دیتا جس سے بادشاہ مذہب اہلسنت کے حق ہونے کا اور زیادہ معتقد
ہوجاتا۔ یا خود خدا ہی برہان شاہ کے خواب میں کسی فرشتہ کو بھیجکر اس سے کہلا دیتا کہ تم مذہب اہلسنت

سکتا ہے۔ وہ بارہ خلیفہ سب کے سب قریش ہی سے ہوں گے یکون بعدی من الخلفاء عدۃ نقباء موسٰی میرے بعد خلفاء اسی عدد کے مطابق (۱۲) ہوں گے جو حضرت موسٰی کے نقیبوں کا عدد تھا لن یزال ھذا الدین قائما الی اثنا عشر خلیفۃ من قریش فاذا اھلکوا ماجت الارض باھلھا ہمیشہ دین اسلام قائم ہی رہیگا جب تک اس میں بارہ خلیفہ ہوتے رہیں گے جو سب قریش ہی سے ہوں گے۔ پھر جب سب ہلاک ہوجائیں گے تو زمین میں زلزلہ پیدا ہوجائیگا یعنی قیامت آجائیگی (یہ سب حدیثیں کتاب کنز العمال مطبوعہ حیدر آباد جلد ۶ صفحہ ۱۹۸ میں موجود ہیں) عن جابر بن سمرۃ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لا یزال الاسلام عزیزا الی اثنی عشر خلیفۃ کلھم من قریش وفی روایۃ لا یزال الدین قائما حتی یقوم الساعۃ او یکون علیھم

کی خوب ترویج یا ترقی کا وعدہ یا نذر کرو تو میں تمہارے تخت جگر کو اچھا کردیتا ہوں۔ اگر یہ سب کچھ نہیں کیا تو کم از کم یہ کرتا کہ جب شاہ طاہر کے کہنے پر برہان شاہ نے نذر کی تو اس شب خواب میں برہان شاہ کے پاس حضرت رسول خدا صلعم کے ساتھ بجائے بارہ امام کے خلفاء ثلثہ یا امام ابوحنیفہ یا امام شافعی یا امام مالک یا امام احمد بن حنبل یا شیخ عبدالقادر جیلانی صاحب کو بھیج دیتا اور حضرت رسول خدا صلعم اور آپ کے ساتھ جو دوسرے حضرات آتے وہ بھی برہان شاہ سے فرماتے کہ شاہ طاہر نے تم کو گمراہ کرنا چاہا ہے تم اسکے فریب میں نہ آنا۔ مذہب شیعہ ہرگز اختیار نہ کرنا۔ وہ بالکل غلط اور سراپا باطل ہے۔ بلکہ مذہب اہلسنت ہی پر قائم رہنا اسی وجہ سے ہیں تم کو سمجھانے آیا ہوں اور اپنے ساتھ ان لوگوں کو بھی لایا ہوں جو مذہب اہلسنت کے ارکان ہیں تاکہ تم اچھی طرح پہچان لو اور ہرگز کسی کے دھوکے میں نہ آؤ۔ مگر یہ سب کچھ بھی نہیں ہوا۔ بلکہ ادھر بادشاہ نے نذر کی کہ میں شیعہ ہوجاؤنگا اُدھر خدا نے اُس کے خواب میں حضرت رسول خدا صلعم کو بھیجدیا اور حضرت کے ساتھ بارہ امام کو بھی بھیجدیا تاکہ برہان شاہ اچھی طرح سمجھ جائے کہ یہی حضرات مذہب حق کے پیشوایان دین ہیں۔ حضرت رسولخدا صلعم اور بارہ امام ساتھ ہی رہتے اور عالم ارواح میں بھی ساتھ ہی تصرف کرتے ہیں۔ نہ حضرت ان لوگوں کو چھوڑتے اور نہ یہ حضرات آنحضرتؐ کی خدمت سے جدا ہوتے ہیں۔ اس خواب میں ایک شخص نے برہان شاہ سے کہا بھی کہ "این بزرگ رامی شناسی کہ کیست حضرت محمد مصطفیٰ است و آنہا کہ این و بسیار اویند دوازدہ امام اند۔ اے برہان شاہ

اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش متفق علیہ جابر بن سمرہ بیان کرتے تھے کہ حضرت رسول خدا نے ارشاد فرمایا کہ جب تک اس دین اسلام میں بارہ خلیفہ رہیں گے اس وقت تک

ان بزرگ کو پہچانتے ہو کہ کون ہیں؟ حضرت محمد مصطفیٰ ہیں اور یہ لوگ جو ان کے داہنے بائیں ہیں بارہ امام ہیں۔ اگر وہ حضرات بارہ امام اور حضرت رسول خدا کے حقیقی خلفاء نہیں تھے تو خدا پر کتنا بڑا الزام آتا ہے کہ معاذ اللہ اس نے برہان شاہ کے خواب میں کسی جھوٹے شخص کو بھیج دیا اور آنحضرت کے ساتھ کسی دھوکا دینے والے شخص کو کر دیا جس نے برہان شاہ کو یہ فریب دیا کہ کہا یہ بارہ امام ہیں ان سب مصیبتوں کے بعد بھی شاہ صاحب کی تاویل کی عمارت سنبھلتی نظر نہیں آتی اس لئے کہ اب بھی اگر شاہ صاحب کی تاویل مان لیں تو یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اگر حضرت رسول خدا کو برہان شاہ کا تبدیل مذہب کرنا نہیں پسند تھا تو ایسا جملہ کیوں نہ اختیار کیا جس سے برہان شاہ حضرت کا مطلب اچھی طرح سمجھ جاتا اور تبدیل مذہب نہ کرتا۔ اس خواب میں پہلے تو حضرت رسول خدا صلعم نے جناب شاہ طاہر کو اپنا فرزند قرار دیا کہ فرمایا "از گفتۂ فرزندم طاہر" یعنی میرے فرزند طاہر کے کہنے سے ظاہر ہے کہ اگر حضرت رسول خدا صلعم کو مذہب اہلسنت سے ذرہ برابر بھی دلچسپی ہوتی تو حضرت رسول خدا اس مذہب کی بیخ کنی کرنے والے کو دوست نہیں رکھتے۔ شاہ طاہر مذہب اہلسنت کے مٹانے کی کوشش کر رہے تھے پس اگر ان کا یہ کام آنحضرت کو پسند نہ ہوتا تو حضرت خواب میں برہان شاہ سے بجائے فرزندم طاہر کے دشمنم طاہر یا مغضوبم طاہر (میرے دشمن طاہر یا میرے مخالف طاہر یا میرے بدخواہ طاہر یا میرے مغضوب طاہر) ایسے بُرے القاب سے ان کو یاد فرماتے۔

دوسرے یہ کہ حضرت نے فرمایا تجاوز نہ نما۔ یعنی شاہ طاہر کے کہنے سے تجاوز نہ کرو۔ اس کو شاہ صاحب اس طرح بدلتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا بر گفتۂ طاہر عمل مکن۔ طاہر کے کہنے پر عمل نہ کرو۔ حالانکہ عبارت میں یہ نہیں ہے۔ لیکن ہم مان بھی لیں تو سوال یہ ہے کہ آنحضرت نے ایسا جملہ کیوں اختیار کیا جس کے ایک لفظ سے برہان شاہ حق و باطل کی تمیز نہ کر سکا۔ بجائے اس کے حضرت نے یہ کیوں فرمایا کہ مذہب اہلسنت را ترک مکن۔ مذہب اہلسنت کو نہ چھوڑنا۔ یا یہ فرما دیتے مذہب اہلسنت حق است مذہب اہلسنت ہی حق ہے۔ یا یہ فرما دیتے طاہر تمہارا فریب دادہ است ہرگز گفتۂ او را قبول مکن طاہر نے تم کو فریب دیا ہے ہرگز ان کے کہنے کو قبول نہ کرنا اور مذہب اہلسنت کو نہ چھوڑنا۔

یہ عزیز اور غالب ہی رہیگا۔ وہ بارہ خلیفہ سب کے سب قریش ہی سے ہوں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ہمیشہ لوگوں کا یہ امر (دین اسلام) چلتا رہیگا۔ جب تک ان کے پیشوا اور سردار بارہ شخص ہوتے رہیں گے جو سب کے سب قریش سے ہوں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ہمیشہ یہ دین قائم رہیگا۔ جب تک قیامت نہ آجائے یا جب تک اس میں بارہ خلیفہ نہ گزر جائیں جو سب کے سب قریش ہی سے ہوں گے۔ اس حدیث پر اتفاق ہے (مشکوۃ شریف باب مناقب قریش مطبوعہ لاہور جلد ۸ صـ ۹۳) اور امام ابو داؤد نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ص یقول لا یزال ھذا الدین قائما حتی یکون علیکم اثنا عشر خلیفۃ۔ حضرت رسول خدا صلعم فرماتے تھے کہ جب تک تم لوگوں کے اوپر بارہ خلیفہ (امامت کرتے) رہینگے اس وقت تک یہ دین قائم ہی رہیگا (سنن ابو داؤد طبع کانپور صـ ۵۸۸) اور امام ترمذی نے لکھا ہے قال رسول اللہ ص یکون من بعدی اثنا عشر امیرا کلھم من قریش حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ میرے بعد بارہ سردار اور پیشوا ہوں گے وہ سب قریش ہی سے ہوں گے (جامع ترمذی مطبوعہ لکھنؤ صـ ۲۶۹) اور امام مسلم نے لکھا ہے عن جابر بن سمرۃ قال دخلت مع ابی علی النبی ص فسمعتہ یقول ان ھذا الامر لا ینقضی حتی یمضی فیھم اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش جابر بن سمرۃ روایت کرتے ہیں کہ میں اپنے باپ کے ساتھ حضرت رسولخدا صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا تو سنا کہ حضرت فرماتے

یا یہ فرما دیتے اے برہان مذہب ائمہ اثنا عشر درست نیست و مذہب امامیہ باطل است گمراہ نہ شوی۔ ائمہ اثنا عشر کا مذہب درست نہیں ہے اور مذہب امامیہ باطل ہے۔ تم گمراہی مت اختیار کرو۔ مگر آنحضرت نے ایسا لفظ اختیار فرمایا جس سے حضرت کی پوری محنت ضائع ہوگئی۔ آنحضرت بہشت سے تو اس لئے تشریف لائے تھے کہ برہان شاہ کو گمراہی سے بچائیں مگر بقول شاہ صاحب بات ایسی کہی جو برہان شاہ کے ذہن کی بات سے ٹکرا گئی اور بادشاہ شیعہ ہی ہوگیا۔ معلوم نہیں آنحضرت کو اس قدر جلدی کیوں تھی کہ برہان شاہ سے صرف اس قدر فرما کر بر گفتہ طاہر علی مکن حضرت غائب ہوگئے۔ اگر واقعاً حضور مذہب اہلسنت کی حمایت کے لئے تشریف لائے تھے تو اچھی طرح مذہب شیعہ کے

ہیں اس دین اسلام میں جب تک بارہ خلیفہ رہینگے یہ مٹ نہیں سکتا ہے۔ وہ سب قریش ہی سے ہوں گے (دیکھو صحیح مسلم طبع دہلی جلد ۲ صفحہ ۱۱۹ اس کتاب میں اس مضمون کی سات حدیثیں لکھی ہوئی ہیں) اور امام بخاری لکھتے ہیں جابر بن سمرہ قال سمعت النبی یقول یکون اثنا عشر امیراً فقال کلمۃ لم اسمعہا فقال ابی انہ قال کلہم من قریش حضرت رسول خدا

باطل ہونے کو سمجھاتے۔ شاہ طاہر کے خلاف عمل کرنے کی تاکید کرتے۔ شاہ طاہر کے قتل کردینے یا پھانسی دیدینے یا بوٹی بوٹی کاٹ ڈالنے کا حکم دیتے یا فرماتے کہ شاہ طاہر کو آگ میں پھونک دو یا اس ملک سے نکال دو۔ اگر مان لیا جائے کہ آنحضرت صلعم نے واقعاً برہان شاہ سے یہی فرمایا کہ برگفتہ طاہر عمل مکن مگر برہان شاہ نے اپنی ذہنی بات کے مطابق یہ سمجھا کہ آنحضرت نے فرمایا ہے برگفتہ طاہر عمل بکن تو پھر سوال ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم خواب میں برہان شاہ کے پاس تشریف کیوں لائے تھے؟ اسی لئے تو کہ اس کو مذہب اہلسنت ترک کرنے سے باز رکھیں اور مذہب شیعہ قبول کرنے سے روکیں۔ مگر جب حضرت ہی کے کلام سے برہان شاہ کو غلط فہمی ہوگئی اور اس نے الٹا اثر لیکر صبح ہی کو مذہب اہلسنت ترک کرکے مذہب شیعہ اختیار کرلیا اور اسی روز شاہی خاندان کے دوسرے افراد بھی اس مذہب میں داخل ہوگئے تو حضرت رسول خدا صلعم یہ گمراہی دیکھکر کیوں نہ پہلے سے زیادہ بے چین ہوئے اور دوسرے روز پھر برہان شاہ کے پاس خواب میں کیوں نہ تشریف لائے اور کیوں نہ فرمایا کہ اے برہان شاہ تم نے یہ کیا کیا کہ خود بھی گمراہ ہوگئے اور اپنے گھر بھر کو بھی گمراہ کردیا۔ میں نے تو تم سے کہا تھا کہ طاہر کے کہنے پر عمل نہ کرنا مگر تم نے اس کے خلاف کیا مذہب اہلسنت ترک کرکے مذہب شیعہ قبول کرلیا بڑا غضب ہوگیا۔ اب اس مذہب سے توبہ کرو اور پھر مذہب اہلسنت اختیار کرلو۔ ہرگز ہرگز اس سے علیحدہ نہ ہو کہ تمھارا پہلا ہی مذہب حق تھا اور یہ نیا مذہب رافضیوں کا ہے۔ اگر آنحضرت کو دوسری رات کسی سبب سے تشریف لانے کی مہلت نہیں ملی تو تیسری یا چوتھی یا پانچویں رات تشریف لائے ہوتے نہیں تو اس تب میں تشریف لاکر برہان شاہ کو سمجھاتے ہوتے جس روز برہان شاہ نے آنحضرت کا خواب پوری تفصیل سے بیان کیا اور تین ہزار ارکان اہلسنت اپنے مذہب کو ترک کرکے شیعہ ہوگئے تھے۔ ان وجوہ سے یہی یقین ہوتا ہے کہ شاہ طاہر کے کہنے کے مطابق جس طرح خدا نے شہزادہ کو صحت بخشی اسی طرح آنحضرت صلعم نے ہی خواب میں تشریف لاکر برہان شاہ

نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد اسلام کے بارہ سردار اور حاکم ہوں گے اور وہ سب قریش ہی سے ہوں گے (صحیح بخاری کتاب الفتن باب الاستخلاف پارہ ۲۹ مطبوعہ دہلی ص ۶۲۸) اور علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں لا یزال امر الناس ماضیا ما ولیہم اثنا عشر رجلا جب تک ان مسلمانوں کے مولا اور پیشوا بارہ رہیں گے اس وقت تک ان لوگوں کا ایمان قائم رہیگا (فتح الباری شرح صحیح بخاری پ ۲۹ ص ۴۲۹) اور علامہ عینی لکھتے ہیں یکون اثنا عشر مہدیا ثم ینزل روح اللہ فیقتل الدجال وقیل المراد من وجود اثنا عشر خلیفۃ فی جمیع مدۃ الاسلام الی یوم القیامۃ یعملون بالحق وان تتوالی ایامہم یؤید ھذا ما اخرجہ مسدد فی مسندہ الکبیر من طریق ابی بحران ابا الجلد حدثہ انہ لا یہلک ھذہ الامۃ حتی یکون منہا اثنا عشر خلیفۃ کلہم یعمل بالھدی ودین الحق مسلمانوں کے امام بارہ شخص ہوں گے جو سب کے سب ہدایت یافتہ ہوں گے اور سی وقت روح اللہ نازل ہوں گے تو دجال قتل کیا جائے گا۔ اور بعض محدثین نے کہا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کی پوری مدت میں قیامت تک بارہ خلیفہ ہوں گے جو حق کے مطابق عمل کریں گے۔ اگرچہ ان کے زمانے یکے بعد دیگرے آتے رہیں۔ اور اس مطلب کی تائید اُس حدیث سے بھی ہوتی ہے

گوشی تاکید کی کہ مذہب شیعہ قبول کرلو اور اس خواب کا کوئی جواب نہیں ہو سکتا بلکہ اس کی کوشش کرنے سے ایسی ہی مضحکہ خیز باتیں انسان کی زبان یا قلم سے نکلیں گی۔ لطف یہ ہے کہ برہان شاہ کے خواب پر جو علمائے اہلسنت تعداد کثیر میں شیعہ ہو گئے تھے انھوں نے بھی رسول خدا کو خواب میں دیکھا جس میں حضرت فرماتے کہ برہان شاہ نے تم لوگوں سے غلط کہا ہے۔ میں نے ان سے یہ ہرگز نہیں کہا تھا کہ شاہ طاہر کے کہنے پر عمل کرو بلکہ یہ کہا تھا کہ عمل نہ کرو اس نے غلطی سے ایسا سمجھا۔ اب تم تمام مسلمانوں میں اعلان کردو کہ بادشاہ کا خواب غلط تھا۔ اور آنحضرت نے مذہب اہلسنت ترک کرنے اور مذہب شیعہ قبول کرنے کا حکم نہیں دیا ہے۔ جو لوگ اس مذہب میں آگئے ہیں وہ جلد اس سے توبہ کرکے پہلے کی طرح سنی ہو جائیں کہ سنی مذہب ہی حق ہے اور مذہب شیعہ باطل ہے۔ جب ایسا بھی نہیں ہوا تو برہان شاہ کے خواب کا کوئی جواب ممکن ہی نہیں ہے۔ ۱۲

جس کو مسدد نے اپنی مسند کبیر میں ابو بکر کے طریقہ سے درج کی ہے۔ وہ یہ کہ ابوالجلد نے ان سے حدیث بیان کی کہ جب تک اس امت اسلام میں بارہ خلیفہ رہیں گے جو سب ہدایت اور دین حق کے مطابق عمل کریں گے اس وقت تک یہ امت ہلاک نہیں ہوسکتی ہے (عمدۃ القاری طبع مصر جلد ۱۱ ص ۴۳۵) ان حدیثوں سے واضح ہوا کہ حضرت رسول خدا صلعم نے اپنے بعد اپنی امت کی ہدایت وارشاد کے متعلق جس قدر ضروری کارروائیاں تھیں سب خود ہی انجام کردیں۔ کوئی چیز جس کے واضح نہ ہونے سے مسلمانوں کو گمراہی کا اندیشہ ہونا مبہم چھوڑی ہی نہیں۔ یہاں تک کہ اسکو بھی بتا دیا کہ حضرت کے بعد آپ کے خلفاء کس قدر ہوں گے۔ اور مسلمانوں کی پیشوائی کرنے والے جو برحق امام ہوں گے انکی تعداد کتنی ہو گی۔ یہ بات خود حضرت رسول خدا صلعم کے نبی برحق ہونے کی زبردست دلیل بھی ہے کہ حضرت کے بعد آپ کے حقیقی جانشین جس قدر ہونے والے تھے ان سب کی ٹھیک تعداد حضرت نے بیان کردی اور ان کے نام بھی بتا دیئے۔

اور مسلمانوں کا تو اعتقاد ہی ہے کہ حضرت جو فرماتے تھے بالکل حق ہوتا تھا۔ آپ کے بارے میں خدا کا ارشاد ہے کہ ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی میرا رسول اپنے دل اپنی خواہش یا اپنی ذاتی رائے سے کوئی بات کرتا ہی نہیں بلکہ جو کچھ کہتا ہے وہ خدا کی وحی ہوتی ہے جو اوس پر پہلے نازل کردی جاتی ہے (پارہ ۲۷ رکوع ۵)۔ پس اب ضروری ہے کہ حضرت کے خلفاء آپ کے بعد و [illegible] بارہ ہی ہوں۔ اور درحقیقت یہ بارہ خلفاء کی تعداد بھی حضرت رسول خدا صلعم نے نہیں معین فرمائی بلکہ جس خدا نے دین اسلام کو بھیجا۔ جس نے حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کو اپنا پیغمبر مبعوث فرمایا اسی خدا نے حضرت کے خلفاء کی تعداد بھی بارہ مقرر کی۔ پس اگر خدا سچا ہے اور اوس کے بیان میں کوئی خطا نہیں ہوسکتی۔ اگر وہ عالم الغیب ہے اور اوس کی خبر واقعہ کے مخالف نہیں ہو سکتی۔ اگر اوس کے ارشاد میں اختلاف کا ہونا محال ہے۔ اور اگر اوس کی بات کوئی شخص یا گروہ بدل نہیں سکتا ہے۔ اور اگر حضرت رسول خدا صلعم بھی ہمیشہ صحیح بات ہی بولتے تھے۔ اگر حضرت کا فرمودہ غلط نہیں ہوتا تھا۔ اگر حضرت کبھی جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ اگر حضرت نے

کبھی غلط وحی نہیں نازل ہوئی تھی تو ہر مسلمان کو تسلیم کرنا پڑیگا کہ حضرت کے خلفاء کی تعداد پوری بارہ ہوگی۔ اس سے نہ ایک کم ہوگا۔ نہ ایک زیادہ۔ نہ چار ہوں گے نہ آٹھ۔ نہ دس نہ بیس۔ نہ پچاس۔ بلکہ قیامت تک حضرت کے خلفاء بہر صورت بارہ ہی ہو سکتے ہیں۔ اور جو لوگ حضرت رسول خدا صلعم کے بعد بارہ ہی خلیفہ کو مانتے ہیں وہی خدا کے قول کے سچے پیرو اور حضرت رسول خدا صلعم کی اصلی امت ہیں۔ اور جو حضرات حضرت صلعم کے بعد بارہ سے کم یا زیادہ خلفاء کو مانتے ہیں وہ خدا و رسول کو جھوٹا جانتے ہیں کہ وہ تو فرماتے ہیں کہ حضرت کے خلفاء بارہ ہی ہوں گے۔ اور یہ لوگ کہتے ہیں نہیں حضرت کے خلفاء اس قدر ہیں۔

رہا یہ امر کہ آں حضرت کے بارہ خلیفہ ہیں کون حضرات۔ حضرت نے کسی حدیث میں نہیں فرمایا کہ ان میں سے کچھ راشدین ہوں گے اور کچھ غیر راشدین۔ کچھ بنی امیہ سے ہوں گے کچھ بنی عباس سے اور کچھ غیر قریش سے۔ اب اسلام میں جو لوگ ان حضرات کو جن کی تعداد کسی طرح بارہ نہیں ہوتی خلفاء رسولؐ مانتے ہیں۔ انصاف یہ ہے کہ وہ خلفاء حق کے ماننے والے نہیں ہو سکتے۔ خدا نے تو خلفاء کی تعداد کو بارہ ہی میں منحصر کرکے صراط مستقیم کی راہ بالکل روشن کردی۔ اور حق پسند طبقہ کیلئے آسان کردیا کہ وہ انھیں حضرات کو جو پورے بارہ ہوئے خلفاء رسولؐ مانکر سیدھے مذہب پر چلے چلیں اور کج راہ سے اپنے کو محفوظ رکھیں۔ غالباً خدا نے اسی سبب سے یہ غیبی انتظام بھی کیا کہ مسلمانوں میں جو لوگ دوسرے خلفاء کو مانتے ہیں اُن کو کسی سلسلہ میں بارہ خلیفہ نہیں ہونے دیا تاکہ حق و باطل دونوں ایک تعداد میں ہوکر مشتبہ نہ ہو جائیں۔

خلافت کا پہلا سلسلہ۔ مسلمانوں میں جو لوگ صرف بارہ خلفاء کے پیرو نہیں ہیں ان کے خلفاء کا پہلا سلسلہ خلفاء راشدین کہا جاتا ہے۔ جس میں کچھ لوگ حضرت ابوبکر حضرت عمر۔ حضرت عثمان۔ اور حضرت علیؑ کو اور کچھ لوگ حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر حضرت عثمان اور معٰویہ کو خلیفہ مانتے ہیں۔ خدا نے اس سلسلہ کو چار سے بڑھنے نہیں دیا جس سے حق پسند لوگ سمجھ جائیں کہ یہ حقیقت میں خلفاء رسول نہیں ہیں ورنہ ان کی تعداد بارہ سے کم نہیں ہوتی۔

دوسرا سلسلہ خلفاء بنی امیہ کا کہا جاتا ہے ان کو خدا نے بارہ سے زیادہ کر دیا تاکہ دل سے ایمان کی تلاش کرنیوالے سمجھ لیں کہ یہ بھی درحقیقت خلفاء رسول نہیں ہیں ورنہ ان کی تعداد بارہ سے زیادہ نہیں ہوتی حالانکہ وہ زیادہ ہوئے (اس طرح معٰویہ یزید۔ معٰویہ بن یزید۔ مروان۔ عبدالملک۔ ولید۔ سلیمان۔ عمر بن عبدالعزیز۔ یزید بن عبدالملک۔ ہشام۔ ولید بن یزید بن عبدالملک۔ یزید بن ولید بن عبدالملک۔ ابراہیم بن ولید بن عبدالملک مروان بن محمد بن مروان) اگر خلفاء راشدین اور خلفاء بنی امیہ کو جوڑ لیا جائے تو ان کی تعداد مل کر بھی بارہ نہیں ہو سکتی بلکہ اٹھارہ ہو جاتی ہے۔ اور شام کے خلفاء بنی امیہ کے ساتھ اندلس کے خلفاء بنی امیہ جوڑ لئے جائیں جنکی تعداد بھی بارہ سے زیادہ سولہ تھی تو کل خلفاء بنی امیہ کی تعداد اٹھائیس ہو جاتی ہے۔

تیسرا سلسلہ خلفاء بنی عباس کا سمجھا جاتا ہے۔ اس کی تعداد بھی خدا نے بارہ نہیں ہونے دی بلکہ وہ ۳۷ ہوئے۔ اس طرح (۱) سفاح (۲) منصور (۳) مہدی (۴) ہادی (۵) ہارون (۶) امین (۷) مامون (۸) معتصم (۹) واثق (۱۰) متوکل (۱۱) منتصر (۱۲) مستعین (۱۳) معتز (۱۴) مہتدی (۱۵) معتمد (۱۶) معتضد (۱۷) مکتفی (۱۸) مقتدر (۱۹) قاہر (۲۰) راضی (۲۱) متقی (۲۲) مستکفی (۲۳) مطیع (۲۴) طائع (۲۵) قادر (۲۶) قائم (۲۷) مقتدی (۲۸) مستظہر (۲۹) مسترشد (۳۰) راشد (۳۱) مقتفی (۳۲) مستنجد (۳۳) مستضئی (۳۴) ناصر (۳۵) ظاہر (۳۶) مستنصر (۳۷) مستعصم۔ اس طرح یہ حضرات بھی آنحضرت کے حقیقی خلفاء نہیں مانے جا سکتے۔ اور تینوں سلسلوں کو ملا دیا جائے تو خلفاء راشدین و بنی امیہ و بنی عباس ۵۵ ہو جاتے ہیں۔

چوتھا سلسلہ مصر کے خلفاء بنی عباس کا ہوا یعنی جب ۶۵۶ ہجری مطابق ۱۲۵۸ء میں ہلاکو خاں نے بغداد کے خلفاء بنی عباس کا خاتمہ کر دیا تو مصر کے بادشاہوں نے خاندان بنی عباس کے ایک شہزادے کو خلیفہ بنا لیا مگر ان کی تعداد بھی بارہ سے زیادہ ۱۸ ہوئی تو وہ بھی آنحضرت کے حقیقی خلیفہ نہیں ہو سکتے۔ پھر سنہ ۹۲۲ ہجری مطابق ۱۵۱۷ء میں سلطان سلیم بادشاہ روم نے مصر کو فتح کر کے خاندان مملوک کا خاتمہ کیا تو بنی عباس کے آخری خلیفہ نے لقب خلافت اور تبرکات رسول خدا صلعم

جو اُس کے قبضہ میں چلے آتے تھے سلطان روم کے حوالہ کر دیئے جس ذریعہ سے سلطان روم خلیفہ ہونے لگے جو پانچواں سلسلہ تھا۔ اس کے بھی تیس سے زیادہ خلیفہ ہوئے۔ اس سبب سے یہ بھی حقیقی خلفاء رسول نہیں ہو سکتے۔

غرض یہ خدائی قدرت ہدایت وارشاد کا عجب کرشمہ ہے کہ حقیقی خلفاء رسول صلعم کے مقابلہ میں جس قدر خلفاء بنائے گئے ان کا کوئی سلسلہ بارہ کی تعیین کے مطابق نہیں ہے۔ کوئی کم ہے تو کوئی زیادہ جو اہل بصیرت کے لئے فرمان الٰہی ہے کہ مسلمانو میرے رسولؐ نے بار بار تم لوگوں سے کہہ دیا ہے کہ ان کے خلفاء بارہ ہوں گے۔ ان سے نہ کم ہوں گے نہ زیادہ۔ اب جس طرف تم کو وہ خلفاء ملیں جو بارہ نہ ہوں ان کو تسلیم نہ کرنا بلکہ اُس جماعت کی تلاش کرنا جس کے خلفاء رسولؐ حضرت سوکھلا کی وفات سے قیامت تک پورے پورے بارہ ہوں گے۔ خدا کا انتظام بھی کس درجہ متقن و مستحکم ہوتا ہے کہ اس کے مقابلہ میں جو تدبیر بھی اختیار کی جاتی ہے غور و تدبر اور انصاف کی نظر کرنے سے اس کی کمزوری نمایاں ہو جاتی ہے۔ ایک طرف خلفاء کے پانچ سلسلہ ہوئے مگر حضرت رسول خدا صلعم نے کسی حدیث میں کسی سلسلہ کے خلفاء کی تعداد نہیں بیان فرمائی۔ نہ کسی حدیث میں یہ بیان فرمایا کہ میرے خلیفہ چار ہوں گے جس سے خلفاء راشدین کی طرف اشارہ ہو سکتا۔ نہ کسی حدیث میں یہ فرمایا کہ میرے خلیفہ چودہ ہوں گے جس سے شام کے خلفاء بنی امیہ مراد ہو سکتے۔ نہ کسی حدیث میں یہ فرمایا کہ میرے خلیفہ ۳۷ ہوں گے جن سے بغداد کے خلفاء بنی عباس مقصود ہو سکتے تھے نہ کسی حدیث میں یہ فرمایا کہ میرے خلیفہ اٹھارہ ہوں گے جس کے مصداق مصر کے خلفاء بنی عباس ہو سکتے۔

اور دوسری طرف خلفاء رسول کا صرف ایک سلسلہ ہوا جس میں بارہ خلیفہ ہوئے اس بارہ کے لئے حضرت رسول خدا صلعم کی اس کثرت سے حدیثیں ہیں جو مسلمانوں کے کل فرقوں کی معتبر ترین کتابوں میں بھری ہوئی ہیں تو کیا اب بھی کسی کو حضرت سوکھلا کے حقیقی خلفاء کی شناخت میں کوئی شک و شبہ باقی رہ سکتا ہے؟

بارہ خلیفہ کے ناموں کی تصریح | حضرت رسول خدا صلعم نے اپنے بارہ خلفاء کے

نام بھی صاف صاف مختلف طریقہ سے بتا دئے تھے جیسے علامہ سید علی ہمدانی نے لکھا ہے عن سلمان قال دخلت علی النبی ص فاذا الحسین علی فخذیہ وھو یقبل علیہ و یقبل فاہ ویقول انت سید ابن سید۔ وانت امام ابن امام وانت حجۃ بن حجۃ ابو حجج تسعۃ تاسعھم قائمھم یعنی جناب سلمان فارسی حضرت رسول خدا صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ امام حسینؑ آنحضرت کی گود میں ہیں۔ حضرت ان کی طرف بڑھ بڑھ کر ان کا منہ چومتے ہیں اور ان سے فرماتے ہیں کہ تم سردار ہو تمہارے باپ بھی سردار ہیں۔ اور تم امام ہو۔ تمہارے باپ بھی امام ہیں۔ تم حجت خدا ہو اور تمہارے باپ بھی حجت خدا ہیں اور تمہاری اولاد سے بھی نو حجت خدا ہوں گے۔ جن کے نویں بزرگ قائم ؑ ہوں گے (مودۃ القربی مطبوعہ بمبئی ص۳۴ وارجح المطالب مطبوعہ لاہور ص۴۲۳) (۲) علامہ شیخ سلیمان قندوزی نے لکھا ہے قال رسول اللہ انا سید النبیین وعلیؑ سید الوصیین وان اوصیائی بعدی اثنا عشر اولھم علیؑ واخرھم القائم المھدیؑ یعنی حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ میں کل نبیوں کا سردار ہوں اور علیؑ کل وصیوں کے سردار ہیں اور میرے کل وصی میرے بعد بارہ ہونگے جن کے پہلے حضرت علیؑ اور جن کے آخر قائم مہدیؑ ہوں گے (ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ص۴۴۵)

(۳) اور علامہ محدث جلال الدین لکھتے ہیں وا ز جابر بن یزید الجعفی مروی است کہ گفت شنیدم از جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ می گفت کہ چوں ایزد تعالیٰ نازل گردانید بر پیغمبر خود ایں آیہ را کہ یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم گفتم یا رسول اللہ می شناسم خدا و رسول او را پس کیستند اصحاب امر کہ خدا تعالیٰ اطاعت ایشاں را فرض ساختہ است بطاعۃ تو۔ پس گفت رسول اللہ ھم خلفائی من بعدی اولھم علی بن ابی طالب ثم الحسن ثم الحسین ثم علی بن الحسین ثم محمد بن علی المعروف فی التوراۃ بالباقر وستدرکہ یا جابر فاذا لقیتہ فاقرأہ منی السلام ثم الصادق جعفر بن محمد ثم موسی بن جعفر ثم علی بن موسیٰ ثم محمد بن علی ثم علی بن محمد ثم الحسن ابن علی ثم حجۃ اللہ فی ارضہ وبقیتہ فی عبادہ

محمد بن الحسن بن علی ذالک الذی یفتح اللہ عز و جل علی یدیہ مشارق الارض و مغاربہا و ذالک الذی یغیب عن شیعتہ اولیاءہ غیبۃ لا یثبت فیہا علی القول با مامتہ الا من امتحن اللہ قلبہ للایمان جابر گوید گفتم یا رسول اللہ آیا در غیبت امام شیعہ انتفاع یابند فقال ای والذی بعثنی بالحق انہم یستضیئون بنورہ و ینتفعون بولایتہ فی غیبتہ کانتفاع الناس بالشمس وان جلاھا سحاب ای جابر ایں اسرار مکنونہ الٰہی ست پس پنہاں دار آنرا مگر از کسیکہ اہل نباشد۔ ترجمہ۔ پس کہا پیغمبرؐ نے وہ اولو الامر خلفاء میرے ہیں۔ بعد میرے پہلے خلیفہ ان میں سے علی بن ابی طالبؑ ہیں پھر حسنؑ پھر حسینؑ ہیں۔ پھر علی بن الحسینؑ ہیں۔ پھر محمد بن علی ہیں جو توریت میں مشہور ساتھ باقرؑ کے ہیں۔ قریب ہے کہ تم ان کو پاؤ گے اے جابر۔ پس جس وقت ان سے ملاقات کرنا تو میرا اسلام ان سے کہنا۔ پھر صادق جعفر بیٹے محمدؑ کے ہیں۔ پھر موسیٰ ابن جعفر ہیں۔ پھر علی بن موسیٰ ہیں۔ پھر محمد بن علی ہیں۔ پھر علی بن محمد ہیں پھر حسن بن علی ہیں۔ پھر حجت خدا کے اوس کی زمین پر۔ اور بقیہ حجت اوس کے بندوں میں محمد بن حسن ابن علی ہیں۔ یہ محمدؑ وہ ہیں کہ فتح کریگا اللہ غالب اور بزرگ ان کے ہاتھوں پر مشارق اور مغارب زمین کو۔ اور یہ محمد وہ ہیں کہ غائب ہوں گے اپنے شیعوں سے اور دوستوں سے ایسی غیبت سے کہ نہ قائم رہیگا ان کے غیبت میں اوپر امامت کے ان کی مگر وہ شخص کہ جس کے قلب کی آزمائش کی ہے اللہ نے ساتھ ایمان کے۔ جابر کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ غیبت میں امام کی شیعہ فائدہ پائیں گے؟ پس فرمایا پیغمبر صلعم نے ہاں۔ قسم ہے اس کی جس نے مجھکو مبعوث نبوت پر کیا ہے تحقیق شیعہ نور حاصل کریں گے نور سے امام غائب کے اور نفع حاصل کریں گے ساتھ ولایت امام غائب کے جیسے لوگ آفتاب سے نفع پاتے ہیں۔ اگرچہ آفتاب پر بدلی آجاوے (تاریخ روضۃ الاحباب جلد ۳ صفحہ ۱۲ نسخہ قلمیہ)۔ اور علامہ شیخ سلیمان قندوزی نے جو قسطنطنیہ کے شیخ الاسلام تھے۔ جناب ابن عباس ایسے جلیل القدر صحابی کی روایت سے لکھا ہے کہ ایک

یہودی حضرت رسول خدا صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ مجھے چند باتیں بتا دے تو میں اسلام قبول کروں۔ حضرت جواب دینے لگے۔ آخر میں اس نے کہا صدقت
فاخبرنی عن وصیک من ہو فما من نبی الا ولہ وصی وان نبینا موسی بن عمران
اوصی یوشع بن نون۔ فقال ان وصیی علی ابن ابی طالب وبعدہ سبطای
الحسن والحسین تتلوہ تسعۃ ائمہ من صلب الحسین۔ قال یا محمد فسمہم
لی۔ قال اذا مضی الحسین فابنہ علی۔ فاذا مضی علی فابنہ محمد۔ فاذا
مضی محمد فابنہ جعفر۔ فاذا مضی جعفر فابنہ موسی۔ فاذا مضی موسی
فابنہ علی۔ فاذا مضی علی فابنہ محمد۔ فاذا مضی محمد فابنہ علی۔
فاذا مضی علی فابنہ الحسن۔ فاذا مضی الحسن فابنہ الحجۃ محمد المہدی
فہؤلاء اثنا عشر۔ قال اخبرنی کیفیۃ موت علی والحسن والحسین قال صلعم
یقتل علی بضربۃ علی قرنہ والحسن یقتل بالسم۔ والحسین بالذبح۔ قال فاین
مکانہم۔ قال فی الجنۃ فی درجتی۔ قال اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وانک
رسول اللہ واشہد انہم الاوصیاء بعدک۔ ولقد وجدت فی کتب الانبیاء
المتقدمۃ وفیما عہد الینا موسی بن عمران علیہ السلام انہ اذا کان آخر الزمان
یخرج نبی یقال لہ احمد ومحمد۔ ہو خاتم الانبیاء ولا نبی بعدہ فیکون
اوصیاءہ بعدہ اثنا عشر اولہم ابن عمہ وختنہ والثانی والثالث
کانا اخوین من ولدہ۔ ویقتل امۃ النبی۔ الاول بالسیف والثانی بالسم
والثالث مع جماعۃ من اہل بیتہ بالسیف وبالعطش فی موضع الغربۃ
فہو کولد الغنم یذبح ویصبر علی القتل لرفع درجاتہ ودرجات اہلبیتہ
وذریتہ ولاخراج محبیہ واتباعہ من النار وتسعۃ الاوصیاء منہم
من اولاد الثالث فہؤلاء الاثنا عشر عدد الاسباط یعنی اس یہودی نے کہا
یا حضرت آپ نے سب باتوں کا جواب ٹھیک ٹھیک دیا۔ اب یہ ارشاد فرمائیں
کہ آپ کا وصی کون ہے؟ کیونکہ کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس نے اپنا وصی کسی
کو نہ مقرر کیا ہو۔ ہمارے پیغمبر حضرت موسی بن عمران نے بھی اپنا وصی جناب یوشع

کیا حضرت ابوبکر واقعی صدیق تھے؟

اس کتاب کے پہلے حصہ کی ساتویں فصل میں حضرت ابوبکر کے القاب کی تحقیق کی گئی ہے۔ صدیق کے متعلق بھی مختصراً روشنی ڈالی گئی ہے۔ اب اس پر ایک مختصر تبصرہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ اس لقب کی وجہ زیادہ تر یہی سمجھ میں آتی اور مشہور بھی ہے کہ آپ نے جلد اسلام قبول کیا اور حضرت رسولخدا صلعم کی تصدیق نبوت کی۔ مگر اسکی واقعیت کا حال واضح ہوگیا۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ آپ کو یہ لقب کس نے دیا اور کب سے آپ صدیق کہے جانے لگے۔ علامہ محب طبری نے لکھا ہے:-

ذکر اسمہ الصدیق۔ واختلف فی ذلک لای معنے فقیل کان ھذا اللقب قد غلب علیہ فی الجاھلیۃ لانہ کان فی الجاھلیۃ وجیھا رئیسا من رؤساء قریش۔ (ریاض نضرۃ ص۴۸)

حضرت ابوبکر کے لقب صدیق کا بیان۔ اس بارے میں اختلاف ہے کہ کس وجہ سے آپ کا یہ لقب مقرر ہوا۔ کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ زمانہ جاہلیتہ میں آپ کا یہ لقب تھا کیونکہ آپ اس عہد میں وجیہ اور رؤسا قریش سے ایک رئیس تھے۔

مگر جناب ممدوح کی نسبی حالت۔ اور قریش میں آپ کا جو درجہ تھا اسکی کافی تحقیق پہلے مذکور ہو چکی۔ اس سبب سے اس قول کا درست ہونا دشوار ہے۔

دوسری وجہ ممدوح نے یہ لکھی ہے:-

وقیل سمے صدیقا لتصدیقہ النبیؐ فی خبر الاسراء (ص۴۸)

اور کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ آپ کا نام صدیق اس سبب سے رکھا گیا کہ آپ نے قصہ معراج کے متعلق رسولؐ کی تصدیق کی۔

لیکن یہ روایۃ حضرت عائشہ کی ہے جو جناب ممدوح ہی کی صاحب زادی تھیں۔ اور اگرچہ معراج کے وقت جناب معظمہ کا نکاح حضرت رسولخدا صلعم سے ہو چکا تھا لیکن ابھی آپ اپنے ہی گھر کے اندر رہتی تھیں۔ نہ حضرت کے گھر گئی تھیں نہ زفاف ہوا تھا نہ اسلامی امور کے متعلق آپ کو کسی تحقیق کا موقع ملا تھا۔ کیونکہ آپ کا نکاح مکہ معظمہ میں ۱۰ سنہ بعثت میں ہوا تھا اور

واقعہ معراج غالباً ۱۲ بعثت کا ہے اور آپ کا زفاف سلہ ہجری میں بمقام مدینہ ہوا غرض معراج کے وقت آپ کو کیونکر یہ خبر ہوسکتی تھی کہ کس نے آنحضرت صلعم کی تصدیق کی اور کس نے نہیں کی۔ اُس وقت آپ کی عمر شاید سات یا آٹھ سال کی تھی اور ایسی کمسن بچی کو ایسی تحقیق کا نہ خیال پیدا ہوسکتا تھا نہ کوئی موقع مل سکتا تھا۔ اس عمر میں تو اُس زمانہ کے لڑکوں کی عقل بھی اس قابل نہیں ہوگی کہ ان کو اس قسم کی باتوں پر غور و فکر کرنے کا خیال ہو۔ پھر جناب معظمہ تو شادی کے بعد بھی گڑیاں کھیلا کرتی تھیں۔

تیسری وجہ یہ لکھی ہے۔

لبدارہ الی تصدیق رسول اللہ فی کل ماجاء بہ عموما (ص ۴۹)	چونکہ آپ نے حضرت رسولخدا صلعم کی ہر ایسی بات میں جس کا حضرت نے دعوے کیا تصدیق کرنے میں سبقت کی اس وجہ سے صدیق کہے گئے۔

لیکن پہلے بیانات سے معلوم ہوچکا کہ یہ قول نہایت ضعیف ہے اور بہت مدت کے بعد لوگوں نے اسکی ایجاد کی ہے جب حضرت ابوبکر کا وجود دنیا میں تھا ہی نہیں۔

البتہ ایک اور وجہ مورخین نے لکھی ہے وہی قرین عقل معلوم ہوتی ہے۔ لکھتے ہیں:-

اجتمعت الامۃ علے تسمیتہ بالصدیق (تاریخ الخلفاء ص ۱۸)	امت نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ حضرت ابوبکر کا نام صدیق رکھا جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نہ زمانہ جاہلیتہ میں آپ کا یہ نام تھا اور نہ حضرت رسولخدا صلعم نے آپکو یہ لقب عنایت فرمایا بلکہ خود مسلمانوں ہی نے اپنی خواہش سے اجماع کرکے آپ کو یہ لقب دیا ہے۔ لیکن مسلمانوں کا ایسا کرنا اُس وقت زیادہ باعث اعتراض نہیں ہوتا جب خود حضرت رسولخدا صلعم نے مسلمانوں سے کسی کو یہ لقب نہ دیا ہوتا حالانکہ پہلے چند حدیثیں ذکر کی گئی ہیں جن سے واضح ہے کہ آنحضرت صلعم نے بتصریح یہ لقب حضرت امیرالمومنین کو مرحمت فرمایا تھا اور پھر حصر بھی فرمادیا تھا کہ صدیق صرف تین ہی ہیں۔ دو سابق امتہ کے اور ایک اس امتہ کے جس کا مطلب یہی تھا کہ کسی چوتھے کو صدیق نہیں کہہ سکتے۔ غرض جب حضرت رسولخدا صلعم بجائے حضرت ابوبکر کے کسی دوسرے کو صدیق کہیں تو مسلمانوں کو

کیونکر مناسب ہے کہ آپ کو اس لقب سے سرفراز کریں۔ اس سے تو صاف طور پر حضرت رسولخدا صلعم کی تکذیب لازم آتی ہے جسے کسی مسلمان کو پسند نہیں کرنا چاہئے علاوہ بریں حضرت ابوبکر کے متعلق کسی کتاب سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کسی صحابی نے کہا ہو کہ آپ صدیق ہیں۔ اور خود ممدوح نے بھی اپنے متعلق یہ دعوے نہیں کیا کہ "میں صدیق ہوں۔ میرے سوا کوئی شخص اس کا دعوے کرے گا تو جھوٹا مفتری ہوگا"۔ اگر حضرت ممدوح واقعاً صدیق ہوتے یا عہد رسولؐ میں لوگوں نے آپ کو صدیق کہا ہوتا تو آپ خود بھی کبھی اپنا یہ وصف ذکر کرتے بلکہ اس پر برابر فخر و مباہاة کرتے۔

اس سے زیادہ حیرت خیز یہ امر ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ بار بار مجمع میں منبر پر فرماتے تھے کہ:۔

انا عبد الله و اخو رسوله انا الصديق الاكبر لا يقولها بعدى الا كاذب مفتر صليت مع رسول الله قبل الناس بسبع سنين (تاریخ کامل ج ۲ صفحہ ۲۲)	میں بندۂ خدا اور برادر رسولخدا صلعم ہوں۔ میں صدیق اکبر ہوں۔ اس بات کو میرے بعد کوئی نہیں کہے گا مگر وہ شخص جو بڑا جھوٹا اور مفتری ہوگا۔ میں نے لوگوں سے سات برس پہلے نماز پڑھی ہے۔

یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ حضرت امیرالمومنینؑ کا مطلب یہ تھا کہ حضرت کے زمانہ کے بعد کوئی اس کو نہیں کہہ سکتا اور حضرت ابوبکر کا زمانہ تو آپ کے قبل تھا یعنی بعدیت کی نفی ثابت ہوتی ہے نہ قبلیت کی اس لئے کہ حضرت کی مراد لفظ بعد سے یہ تھی کہ میں ہی یہ کہتا ہوں۔ میرے علاوہ کوئی اس بات کو نہیں کہہ سکتا چنانچہ دوسرے موقع پر حضرتؑ نے اسکی بھی تصریح کر دی کہ نہ میرے قبل کسی نے اس کا دعوے کیا ہے۔ نہ میرے بعد کوئی کر سکتا ہے۔ علامہ ذہبی نے عباد بن عبد اللہ اسدی کے ترجمہ میں لکھا ہے:۔

انا عبد الله واخو رسول الله وانا الصديق الاكبر ما قالها قبلى ولا يقولها بعدى الا كاذب مفتر	میں خدا کا بندہ اور رسولخداؐ کا بھائی ہوں۔ میں ہی صدیق اکبر ہوں۔ یہ دعوے نہ مجھ سے پہلے کسی نے کیا اور نہ میرے بعد کوئی کر سکتا ہے جو ایسا

ولقد اسلمت وصلیت قبل الناس بسبع سنین ۔ (میزان الاعتدال ج ۲ صـ۱۱)	کرے گا وہ جھوٹا مفتری ہوگا ۔ میں نے لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھی ہے ۔

مگر کسی شخص نے حضرتؑ کے بارے میں آپ کے سامنے یا غیبت میں یہ نہیں کہا کہ حضرت غلط فرماتے ہیں ۔ آپ کے قبل حضرت ابوبکر صدیق ہو چکے ہیں ۔ البتہ ایک اور بات کسی نے کہی تو اس کا غیبی نتیجہ بھی پالیا ۔ علامہ علی متقی نے لکھا ہے :۔

عن ابی یحییٰ قال سمعت علیا یقول انا عبداللہ واخو رسولہ لا یقولھا احد بعدی الا کاذب فقالھا رجل فاصابتہ جنۃ ۔ (کنز العمال ج ۶ صـ۳۹۶)	ابو یحییٰ کہتے تھے کہ میں نے حضرت علی کو سُنا کہ فرماتے تھے میں خدا کا بندہ اور اس کا بھائی ہوں ۔ میرے بعد اس کو کوئی نہیں کہہ سکتا ہے مگر وہ جو جھوٹا ہوگا ۔ لیکن ایک شخص نے ایسا کہہ دیا تو فوراً پاگل ہوگیا ۔

لہ عہد رسولؐ کے مشہور شاعر جناب حسّان تھے وہ کہتے تھے ۔

الیس اول من صلے لقبلتکم واعرف الناس بالقرآن والسنن (تفسیر بیضاوی تحت آیۃ واذ قلنا للملائکۃ اسجدوا ج ۱ صـ۳۷)	کیا علی وہ نہیں ہیں جنہوں نے قبلہ کی طرف سب سے پہلے نماز پڑھی ۔ اور کیا آپ ہی وہ نہیں ہیں جو قرآن اور احادیث رسولؐ کا سب سے زیادہ علم رکھتے ہیں ۔

اس شعر کے متعلق ملا عصام نے یہ حاشیہ لکھا ہے :۔

قالہ فی شان امیرالمومنین علی ابن ابی طالب	حسّان شاعر نے یہ شعر حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ کی شان میں کہا تھا ۔

حضرت ابوبکر کے بارے میں جو حضرات دعوےٰ کرتے ہیں کہ وہ سب سے پہلے مسلمان ہوئے اسکی ایک دلیل یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسّان شاعر رسولؐ نے اس مضمون کا شعر کہا ہے مگر اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسّان کی تحقیق بھی حضرت علیؑ ہی کے سب سے پہلے دین اسلام قبول کرنے کے متعلق ہے ۱۲ منہ

پانچویں فصل

ابتدائے اسلام میں آنحضرت پر ابوبکر کا اجتہاد اور اس کا نتیجہ

حضرت رسولخدا صلعم بہت آہستہ آہستہ نہایت نرمی سے اسلام کی طرف لوگوں کو بلاتے اور اس کی خوبیاں انکے ذہن نشین کراتے تھے جسکی وجہ سے اہل مکہ رفتہ رفتہ اس دین میں داخل ہوتے جاتے تھے مگر حضرت ابوبکر نے حضرت رسولخدا صلعم کی اس حکمۃ عملی کو قائم نہیں رہنے دیا۔ مورخین نے لکھا ہے:۔

ان رسول اللہ لما دخل دار الارقم لیعبد اللہ تعالیٰ و من معہ من اصحابہ فیھا سرا و کانوا ثمانیۃ و ثلاثین رجلا الح ابوبکرؓ علی رسول اللہ فی الظھور ای الخروج الی المسجد فقال یا ابابکر انا قلیل فلم یزل بہ حتی خرج رسول اللہ و من معہ من اصحابہ الی المسجد (سیرۃ حلبیہ ج ۱ صـ ۲۹۵ وغیرہ)

حضرت رسولخدا صلعم جب ارقم کے گھر میں داخل ہوئے تاکہ حضرت اور حضرت کے اصحاب پوشیدہ طور پر خدا کی عبادت کرتے رہیں اور وہ سب ۳۸ آدمی تھے۔ تو حضرت ابوبکر نے رسولخدا صلعم سے الحاح شروع کیا کہ حضور ظاہر ہو جائیں یعنی مسجد کی طرف خروج کریں۔ حضرت نے جواب دیا اے ابوبکر ہم لوگ کم ہیں (نکلنا مناسب نہیں ہے) مگر حضرت ابوبکر آنحضرت صلعم کے سر ہو گئے یہاں تک کہ حضرت (مجبور ہو کر) اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد کی طرف نکل پڑے۔

اس کا جو نتیجہ ہوا اس کتاب کے پہلے حصہ کی پہلی فصل میں بیان ہو چکا ہے[1]۔ علامہ ابن ہشام نے اس دن کا انجام ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

رجع ابوبکر یومئذ و قد صدعوا فرق راسہ مما جبذوہ بلحیتہ و کان رجلا کثیر الشعر

یعنی اس دن حضرت ابوبکر اس طرح واپس آئے کہ کفار نے آپ کے سر کی مانگ کو اکھاڑ ڈالا تھا اس طرح کہ اس کو ان کی ڈاڑھی کے بالوں سمیت

[1] دیکھو صـ ۱۸

(سیرۃ ابن ھشام ج ۱ ص ۱۵۳)

کھینچتے تھے اور حضرت ابوبکر کے بال بہت تھے۔

اور جناب شاہ عبدالحق صاحب دہلوی نے لکھا ہے۔

پس کشیدند سر و ریش ابوبکر را تا افتاد اکثر موہائے او و شکستند سر او را و در روائتے آمدہ کہ چندان نعلین بر سر و روے او زدند کہ بے ہوش افتاد۔

(مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۴۹)

پس کافروں نے حضرت ابوبکر کے سر اور ڈاڑھی کے بالوں کو کھینچنا شروع کیا یہاں تک کہ ان کا زیادہ بال بچ گیا۔ اور آپ کے سر کو ان سب نے توڑ ڈالا۔ اور ایک روایتہ میں ہے کہ آپ کے سر اور منہ پر اتنی جوتیاں ماریں کہ آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

اور علامہ حلبی نے لکھا ہے:۔

ووطئ ابوبکر بالار جل

حضرت ابوبکر کو کافروں نے اپنے پاؤں سے کچل ڈالا۔

آپ کے اعزہ آپ کو اٹھا کر گھر لے گئے اور وہ سمجھتے تھے کہ آپ انتقال کر گئے۔

ثم رجعوا الی ابی بکر وصار والدہ ابو قحافہ وبنوتیم یکلمونہ فلا یجیب حتے اذا کان آخر النھار تکلم

(سیرۃ حلبیہ جلد ۱ ص ۲۹۵)

پھر لوگ حضرت ابوبکر کے پاس پلٹ آئے اور آپکے والد ابو قحافہ اور قبیلہ تیم والے آپ سے بات کرنی چاہتے تھے مگر آپ کسی کا جواب نہیں دے سکتے تھے صرف شام کے قریب کچھ بولے۔

چھٹی فصل

حضرت رسول خدا صلعم کی مالی اعانت کرنیکی تحقیق

اس کے متعلق بھی مسلمانوں کی دو جماعتوں میں شدید اختلاف ہے۔ بڑی جماعۃ کہتی ہے کہ

قال رسول اللہ ما نفعنی مال قط ما نفعنی مال ابی بکر فبکے ابوبکر وقال ھل انا ومالی الا لک یا رسول اللہ...

حضرت رسول خدا صلعم فرماتے تھے کہ جس قدر مجھے ابوبکر کے مال سے نفع پہونچا یا اس قدر کسی کے مال نے نفع نہیں دیا۔ اس پر حضرت ابوبکر رونے لگے اور کہا یا رسول اللہ میں اور میرا مال آپ کے

ان ابا بکر رض اسلم یوم اسلم ولہ اربعون الف دینار و فی لفظ اربعون الف درھم فانفقھا علے رسول اللہ ... اسلم ابوبکر یوم اسلم و فی منزلہ اربعون الف درھم فخرج الے المدینۃ فی الھجرۃ و مالہ غیر خمسۃ الاف کل ذلک ینفقہ فی الرقاب والعون علے الاسلام... عن عائشۃ ان ابا بکر اعتق سبعۃ کلھم یعذب فی اللہ (تاریخ الخلفاء ص۲۶)

سوا بھی کسی کے لئے ہے؟ جس روز حضرت ابوبکر اسلام لائے آپ کے پاس چالیس ہزار اشرفی تھی اور ایک روایۃ میں ہے کہ چالیس ہزار درہم تھے اُن سب کو آپ نے حضرت رسولخدا صلعم پر خرچ کر دیا۔

جس روز حضرت ابوبکر مسلمان ہوئے آپ کے گھر میں چالیس ہزار درہم مال تھا مگر جب آپ ہجرت کر کے مدینہ جانے لگے تو آپ کے پاس صرف پانچ ہزار درہم تھے۔ سب کو آپ غلاموں کے آزاد کرنے اور اسلام کی مدد میں خرچ کرتے رہے حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ حضرت ابوبکر نے سات غلاموں کو آزاد کر دیا۔ جو سب کے سب اللہ کی راہ میں عذاب کئے جاتے تھے۔

ایک بڑے علامہ جاحظ نے لکھا ہے:۔

وقد علمتم ما صنع ابوبکر فی مالہ وکان مالہ اربعین الف درھم فانفقہ فی نوائب الاسلام

اور تم لوگوں کو معلوم ہے کہ حضرت ابوبکر نے اپنے مال کے بارے میں کیا کیا۔ آپ کا کل مال چالیس ہزار درہم تھا۔ آپنے سب کا سب اسلام کی مصیبتوں میں صرف کر دیا۔

مگر اسی جماعۃ کے ایک اور بڑے علامہ شیخ ابوجعفر نے علامہ جاحظ کا جواب اس طرح دیا ہے۔

اخبرونا علے ای نوائب الاسلام انفق ھذا المال وفی ای وجہ وضعہ

ذرہ تم لوگ یہ بھی تو مجھ سے بتاؤ کہ حضرت نے اپنے اس مال کو اسلام کی کن مصیبتوں میں خرچ کیا تھا اور کس موقع پر صرف کیا؟ کیونکہ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ

فانہ لیس بجائز ان یخفی ذلک و یندرس حتے یفوت حفظہ و ینسی ذکرہ ۔ وانتم لم تقفوا علی شئ اکثر من عتقہ بن عمک ست رقاب اعلہا لا یبلغ ثمنہا فی ذلک العصر مائۃ درہم وکیف یدعی لہ الانفاق الجلیل و قد باع من رسول اللہ بعیرین عند خروجہ الی یثرب واخذ منہ الثمن فی مثل تلک الحال ۔ روی ذلک جمیع المحدثین ۔ وقد رویتم ایضا انہ کان بیت کان بالمدینۃ غنیا موسرا ۔ ورویتم عن عائشۃ انہا قالت ھاجر ابوبکر و عندہ عشرۃ آلاف درہم وقلتم ان اللہ تعالے انزل فیہ ولا یأتل اولوا الفضل منکم والسعۃ ان یؤتوا اولی القربی ۔ قلتم

تم کو اسکی خبر نہ ہو اور یہ مصیبتیں اتنی پرانی ہو گئی ہوں کہ لوگوں کے ذہن سے نکل گئی ہوں اور اسکی یاد بھول گئی ہو ۔ خود تم لوگوں کو اسکی خبر نہیں ہے کہ موصوف نے (جیسا تم دعوے کرتے ہو) چھ سے زیادہ غلام آزاد کئے ہوں ۔ غالباً ان سب کی قیمت اُس زمانہ میں سنو درہم سے زیادہ نہیں ہو سکتی ۔ اور کیونکر کوئی شخص یہ دعوے کر سکتا ہے کہ ممدوح نے اسلام کی حمایۃ میں بہت زیادہ مال خرچ کر دیا حالانکہ جب حضرت رسولخدا صلعم ہجرت کر کے مدینہ جانے لگے تو ممدوح نے حضرتؐ کے ہاتھ اپنے دو اونٹ بیچے اور ایسے وقت میں حضرتؐ سے قیمت وصول کر لی!!!
ان سب باتوں کو کل محدثین لکھتے آتے ہیں ۔ اور تم لوگ یہ بھی کہتے ہو کہ جب حضرت ابوبکر مدینہ میں تھے تو بڑے خوش حال اور مالدار تھے ۔ اور تم لوگ حضرت عائشہ سے یہ بھی روایۃ کرتے ہو کہ وہ فرماتی تھیں جس وقت حضرت ابوبکر نے ہجرت کی آپ کے پاس دس ہزار درہم تھے ۔ اور یہ بھی کہتے ہو کہ اللہ نے انکی شان میں آیۃ ولا یاتل اولوالفضل منکم والسعۃ ان یوتوا اولی القربی نازل کی اور بیان کرتے ہو کہ یہ آیۃ حضرت ابوبکر و مسطح بن اثاثہ کی شان میں نازل ہوئی تھی ۔ پھر (مدینہ میں) ان کا وہ فقر کیا ہوا جس کا تم دعوے کرتے ہو کہ آپ نے اسلام میں اتنا خرچ کر دیا کہ اپنی عبا میں پیوند لگایا کرتے تھے ۔ تم یہ بھی

هے فی ابی بکر و مسطح بن
اثاثة - فاین الفقر الذی
زعمتم انه انفق حتے تخلل
بالعباءة - و رویتم ان اللّٰه
تعالیٰ فی سمائه ملائکة
قد تخللوا بالعباء و ان
النبیؐ راٰهم لیلة الاسراء
فسأل جبرائیل عنهم فقال
هولاء ملائکة تأسوا بابی بکر
بن ابی قحافه صدیقک فی
الارض فانه سینفق علیک
ماله حتے یخلل عبائه
فی عنقه - وانتم ایضا رویتم
ان اللّٰه تعالیٰ لما نزل آیة
النجوے فقال یا ایها الذین
آمنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا
بین یدے نجواکم صدقة
ذلک خیر لکم الآیة - لم یعمل بها
الا علی ابن ابی طالب وحدهٗ
مع اقرارکم بفقره و قلة
ذات یده - و ابوبکر فی الحال
التی ذکرتم من السعة امسك
عن مناجاته فعاتب اللّٰه المومنین
فی ذلک فقال ءاشفقتم ان تقدموا

روایۃ کرتے ہو کہ آسمان میں اللہ کے کچھ ایسے
فرشتے بھی ہیں جو اپنی عباؤں میں پیوند
لگاتے ہیں۔ اور حضرت رسولخدا صلعم نے ان
فرشتوں کو شب معراج اس طرح دیکھا تو پوچھا
اے جبریل یہ کون ہیں تو کہا یہ وہ فرشتے
ہیں جنہوں نے ابوبکر بن ابی قحافہ کی جو زمین
میں تمہارے دوست ہیں پیروی کی ہے
کیونکہ وہ اپنا مال تم پر اتنا خرچ کر دینگے
کہ اپنی عبا اپنے گلے میں لپیٹے رہیں گے
اور تم لوگ یہ بھی روایۃ کرتے ہو کہ خدا
نے جب آیۃ نجوے کو نازل کیا تو فرمایا اے
ایمان والو جب تم رسول سے سرگوشی کرو
تو سرگوشی کرنے کے قبل کچھ صدقہ دے دیا
کرو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے مگر اس حکم پر
سوا حضرت علیؑ کے کسی ایک صحابی نے بھی
عمل نہیں کیا حالانکہ تم کو اس بات کا اقرار
ہے کہ حضرت علیؑ مالدار نہیں تھے بلکہ برابر
خالی ہاتھ رہتے تھے اور حضرت ابوبکر نے باوجود
اپنی اس حالت دولت و مالداری کے جو ہم لوگ
ذکر کرتے ہیں حضرت رسولخدا صلعم سے سرگوشی
ہی ترک کر دی۔ اس کی وجہ سے خدا نے مسلمانوں
پر عتاب کیا اور فرمایا گیا اپنی سرگوشی کے قبل
صدقہ دینے سے تم لوگ ڈر گئے؟ خیر اگر ایسا
نہیں کرو گے اور اللہ تمہاری توبہ قبول کرے گا۔ اس

آیہ میں خدا نے ان صحابہ کے سرگوشی ترک کرنے کو ایسا گناہ قرار دیا جس کے بارے میں ان کی توبہ قبول کرنے کو فرمایا۔ اور ان کا یہ گناہ یہی تو تھا کہ انھوں نے صدقہ دینے میں بخل کیا اور مال خرچ ہونے کے ڈر سے سرگوشی بھی چھوڑ دی اب سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں کر حضرت ابوبکر کا نفس ایک دفعہ تو ایسا سخی ہو گیا کہ چالیس ہزار خرچ کر دیا اور ایک دفعہ ایسا بخیل ہو گیا کہ اس صدقہ دینے کے خوف سے انھوں نے حضرت رسولؐ سے سرگوشی تک چھوڑ دی۔ حالانکہ اس میں صرف دو درہم کا خرچ تھا۔ اور تم لوگ یہ جو کہتے ہو کہ حضرت ابوبکر کے عیال زیادہ تھے اور آپ ان لوگوں پر خرچ کرتے تھے تو اس سے بھی حضرت کی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ عیال پر اپنے خرچ کرنا تو ان کا فرض ہی تھا۔ علاوہ بریں مورخین یہ بھی ذکر کرتے ہیں کہ وہ اپنے باپ کو ایک پیسہ سے بھی نہیں پوچھتے تھے بلکہ وہ بیچارے ابن جدعان کے اجیر (نوکر یا مزدور) تھے کہ اس کے دستر خوان کی مکھیاں جھلا کرتے تھے۔

بین یدی نجواکم صدقات فاذ لم تفعلوا وتاب اللہ علیکم فجعلہ سبحانہ ذنبا یتوب علیھم منہ وھو امساکھم عن تقدیم الصدقۃ فکیف سخت نفسہ بالانفاق اربعین الفا وامسک عن مناجاۃ الرسول وانما کان یحتاج فیھا الی اخراج درھمین۔ واما ما ذکر من کثرۃ عیالہ ونفقتہ علیھم فلیس فی ذلک دلیل علی تفضیلہ لان نفقتہ علی عیالہ واجبۃ مع ان ارباب السیرۃ ذکروا انہ لم یکن ینفق علی ابیہ شیئا وانہ کان اجیرا لابن جدعان علی مائدتہ یطرد عنھا الذباب (شرح نہج البلاغۃ از علامہ ابن ابی الحدید مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۲۷۴)

علامہ شیخ ابوجعفر نے آیہ نجوے کا جو ذکر کیا اس کی تفصیل یہ ہے کہ خدا نے صحابہ کو حکم دیا کہ :-

اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجواکم صدقة ذلك خیر لکم واطہر فان لم تجدوا فان اللہ غفور رحیم ءاشفقتم ان تقدموا بین یدی نجواکم صدقات فاذ لم تفعلوا و تاب اللہ علیکم فاقیموا الصلوة الآیة

(پارہ ۲۸ - ع ۲)

جب تم کو پیغمبر کے کان میں کوئی بات کہنی ہو تو کان میں عرض مطلب کرنے سے پہلے کچھ خیرات لاکر آگے رکھ دیا کرو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اور دلوں کی صفائی میں اسے بڑا دخل ہے پھر اگر تم نہ پاؤ تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ مسلمانو! کیا تم یہ حکم سن کر ڈر گئے کہ رسول کے کان میں بات کہنے سے پہلے کچھ خیرات لاکر آگے رکھ دیا کرو۔ خیر جب تم نے ایسا نہیں کیا اور خدا نے تمہارے اس گناہ کی توبہ قبول کرلی تو اب نماز قائم کرو الخ

اس آیۃ کے متعلق شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی لکھتے ہیں :- "لوگ بلاضرورت بھی پیغمبر صاحب کے ساتھ تخلیہ کیا کرتے تھے اور ادب رسالت قائم رکھنے کے لئے ضرور تھا کہ جہاں تک ہوسکے اس کا انسداد کیا جائے۔ چنانچہ یہ حکم صادر ہوا کہ پیغمبرؐ کے ساتھ تخلیہ کرو تو کچھ صدقہ بھی حاضر خدمت کیا کرو ... صدقہ لے جانا پڑے گا تو آپ ہی کم ہو جاؤ گے ... چنانچہ واقع میں اس تدبیر سے لوگوں نے آنا کم کردیا" (حمائل مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی صفحہ ۸۶۹)۔ اس حکم پر سوا حضرت علیؑ کے کسی نے عمل نہیں کیا مفسرین نے لکھا ہے۔

نھوا عن مناجاة النبیؐ حتے یقدموا صدقة فلم یناجہ الا علی بن ابی طالبؑ

صحابہ کو حکم دیا گیا کہ جب تک پہلے کچھ صدقہ نہ رکھ دیا کرو اس وقت تک حضرت رسول خداؐ سے کان میں باتیں نہ کیا کرو۔ اس کے بعد

فانہ قد قدم دینارا فتصدق بہ ثم ناجے النبیؐ فسأله عن عشر خصال (تفسیر در منثور جلد ۶ صفحہ ۱۸۵ و تفسیر کشاف جلد ۳ صفحہ ۱۷۱ وفتح البیان جلد ۹ صفحہ ۲۵۵ و تفسیر ابن کثیر ج ۹ صفحہ ۱۱۶ و تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۱۶۷)

سوا حضرت علی ابن ابی طالب کے کسی نے حضرتؐ سے کان میں باتیں نہیں کیں۔ حضرت علی نے ایک اشرفی نکال دی اس کو صدقہ کر دیا اور حضرت رسول صلعم سے کان میں باتیں کیں اور حضرت رسولخدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے دس عمدہ خصلتوں کو دریافت کر لیا۔

اور علامہ فخر الدین رازی وغیرہ علماء محققین نے لکھا ہے:۔

نھوا عن المناجاۃ حتے یتصدقوا فلم یناجہ احد الا علی علیہ السلام تصدق بدینار (تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۱۶۷)

صحابہ کو حکم دیا گیا کہ جب تک کان میں بات کرنے کے قبل صدقہ نہ دے دیں اس وقت تک حضرت رسولخدا صلعم سے کان میں باتیں نہ کریں۔ مگر سوا حضرت علی علیہ السلام کے کسی نے اس پر عمل نہیں کیا آپ نے ایک اشرفی صدقہ دے دی اور باتیں کیں

پھر تحریر فرماتے ہیں:۔

قال القاضی والاکثر فی الروایات انہ علیہ السلام تفرد بالتصدق قبل مناجاتہ

قاضی نے کہا ہے روایات اکثر یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اس صفت میں منفرد ہوئے کہ صرف آپ ہی نے باتیں کرنے کے قبل صدقہ دیا۔

اس کے بعد لکھتے ہیں:۔

روی ایضاً ان افاضل الصحابۃ وجدوا الوقت وما فعلوا ذلک (تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۱۶۷)

یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ صحابہ میں جو لوگ سب سے افضل سمجھے جاتے تھے ان لوگوں نے صدقہ دینے کا وقت پایا مگر کسی نے اس پر عمل نہیں کیا۔

پھر علامہ بلکہ امام ممدوح نے لکھا ہے:۔

ان المنافقین کانوا یمتنعون من بذل الصدقات وان قوماعن المنافقین تارکوا النفاق وآمنوا ظاھرا وباطنا ایمانا حقیقیا۔ فاراد اللہ تعالے ان یمیزھم عن المنافقین فامر بتقدیم الصدقۃ علے النجوے لیتمیزھؤلاء الذین آمنوا ایمانا حقیقیا عمن بقی علے نفاقہ الاصلی (ص ۱۶۷)

منافقوں کی یہ حالت تھی کہ صدقہ دینے سے انکار کرتے تھے اور منافقین سے ایک جماعۃ نے نفاق کو ترک کرکے ظاہری باطنی ہر طرح ایمان حقیقی قبول کرلیا تھا۔ اس وجہ سے اللہ نے چاہا کہ ان لوگوں کو منافقین سے چھانٹ دے اسی سبب سے ان کو حکم دیا کہ سرگوشی کے قبل صدقہ دے دیا کریں تاکہ وہ لوگ جو حقیقی ایمان رکھتے ہیں (صدقہ دینے کی وجہ سے) ان لوگوں سے الگ ہوجائیں جو اصلی نفاق پر باقی ہیں (کہ وہ صدقہ نہیں دینگے)

اور علامہ خازن نے لکھا ہے:۔

فی ھذہ الآیۃ منقبۃ عظیمۃ لعلی بن ابی طالبؑ اذلم یعمل بھا احد غیرہ (تفسیر خازن ج ۴ ص ۲۴۲)

اس آیۃ میں حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے لئے عظیم الشان فضیلت ہے کیونکہ اس پر حضرتؑ کے سوا کسی صحابی نے عمل نہیں کیا۔

اور علامہ نسفی نے لکھا ہے:۔

قال علیؑ ھذہ آیۃ من کتاب اللہ ماعمل بھا احد قبلی ولایعمل بھا احد بعدی کان لی دینار فصرفتہ فکنت اذا ناجیتہ تصدقت بدرھم

حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ قرآن مجید کی یہ ایسی آیۃ ہے جس پر نہ میرے پہلے کسی نے عمل کیا اور نہ میرے بعد کسی نے کیا نہ کرے گا۔ میرے پاس ایک اشرفی تھی میں نے اس کو خردہ کرکے دس درہم کرلئے پس جب رسولخدا صلعم

وسألت رسول الله ﷺ
عشر مسائل فاجابني
عنها قلت یا رسول الله
ما الوفاء قال التوحید
وشهادة ان لا اله
الا الله - قلت وما
الفساد - قال الکفر و
الشرک بالله - قلت
وما الحق قال الاسلام
والقران والولایة اذا
انتهت الیک - قلت
وما الحیلة - قال ترک
الحیلة - قلت وما علی
قال طاعة الله وطاعة
رسوله - قلت وکیف
ادعو الله قال بالصدق
والیقین - قلت وماذا
اسأل الله - قال
العافیة - قلت
وما اصنع لنجاة
نفسی قال کل
حلالا وقل صدقا -
قلت وما السرور -
قال الجنة - قلت

سے کان میں کوئی بات کہتا تو ایک درہم صدقہ دے دیتا
اس کے ذریعہ سے میں نے حضرتؐ سے دس مسئلے پوچھے
اور حضرتؐ نے مجھے سب کا جواب مرحمت فرمایا (میرے
اور حضرتؐ کے درمیان اس طرح باتیں ہوئیں)
میں۔ یا حضرت وفاء کیا ہے۔
حضرتؐ۔ توحید اور لا الہ الا اللہ کی شہادت
میں۔ اور فساد کیا ہے۔
حضرتؐ۔ کفر اور اللہ سے شرک کرنا۔
میں۔ حق کیا ہے۔
حضرتؐ۔ اسلام۔ اور قران اور ولایۃ جب تم تک پہونچے
(یعنی جب تم میرے بعد سب مسلمانوں کے مولا
ہو جاؤ)
میں۔ حیلہ کیا ہے۔
حضرتؐ۔ حیلہ کو ترک کرنا۔
میں۔ مجھ پر فرض کیا ہے۔
حضرتؐ۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعۃ کرنی۔
میں۔ خدا سے دعا کیونکر کروں۔
حضرتؐ۔ سچائی اور یقین سے
میں۔ خدا سے کس چیز کا سوال کروں۔
حضرتؐ۔ عافیۃ کا۔
میں۔ اپنے نفس کی نجات کے لئے کون عمل کروں۔
حضرتؐ۔ بس حلال کھایا اور سچ بولا کرو۔
میں۔ خوشی کیا ہے
حضرتؐ۔ بہشت۔

وما الراحة - قال لقاء الله - (تفسیر ملا ارک ج ہ ص۲۴۲)

میں - آرام کیا ہے - حضرت - اللہ کے دربار میں پہونچنا -

حضرت ابوبکر کے مال خرچ کرنے کے متعلق علامہ جاحظ نے یہ بھی لکھا ہے :-

فکل ھذا الفضائل لم یکن لعلی بن ابی طالب فیھا ناقۃ ولا جمل - وقد قال اللہ تعالی لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا بعد وقاتلوا فاذا کان اللہ تعالی قد فضل من انفق قبل الفتح لانہ لا ھجرۃ بعد الفتح علی من انفق بعد الفتح فما ظنکم بمن انفق من قبل الھجرۃ ومن لدن مبعث النبی الی الھجرۃ والی بعد الھجرۃ - (شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید جلد ۳ ص۲۷۵)

پس یہ سب حضرت ابوبکر کی وہ فضیلتیں ہیں جن سے حضرت علی کو ایک بڑی یا چھوٹی بھی تو نصیب نہیں ہوئی - اور خدا نے یہ بھی فرمایا ہے کہ تم لوگوں سے جن لوگوں نے فتح مکہ کے پہلے خدا کی راہ میں مال خرچ کیا اور جہاد کیا وہ لوگ درجہ اور فضیلت کے اعتبار سے ان سے کہیں بڑھے ہوئے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور جہاد کیا - پس جب خدا نے ان لوگوں کو بھی جنہوں نے فتح مکہ کے پہلے خرچ کیا (کیونکہ فتح مکہ کے بعد تو ہجرت تھی ہی نہیں) ان لوگوں پر فضیلت دے دی جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا تو پھر تم اس بزرگ (حضرت ابوبکر) کی فضیلت کا کیا اندازہ کرسکتے ہو جنہوں نے فتح مکہ کے بھی پہلے بلکہ ہجرت سے قبل اور حضرت رسولخدا صلعم کے پیغمبر ہونے کے وقت سے ہجرت کے زمانہ تک اور ہجرت کے بعد بھی اسلام کی حمایت میں اپنا مال خرچ کیا -

اس تقریر کے متعلق علامہ شیخ ابوجعفر لکھتے ہیں :-

انا لا ننکر فضل الصحابة
وسوابقهم ولسنا کالامامیة
الذین یحملهم الهوی
علی جحد الامور المعلومة
ولکننا ننکر تفضیل احد
من الصحابة علی علی ابن
ابی طالب ولسنا ننکر غیر
ذلک وننکر تعصب الجاحظ
للعثمانیة وقصده الی
فضائل هذا الرجل و
مناقبه بالرد والابطال
... واما فضل عمر فغیر
منکر ... ولیس فیما ذکرها
یقتضی کون علی علیه السلام
مفضولا لهم او لغیرهم
الا قوله وکل هذه الفضائل
لم یکن لعلی علیه السلام
فیها ناقة ولا جمل فان
هذا من التعصب البارد
والحیف الفاحش وقد
قدمنا من آثار علی
علیه السلام قبل الهجرة
وماله اذ ذاک من المناقب
والخصائص ما هو افضل

صحابہ کے فضائل و مراتب سے ہم انکار نہیں
کرتے ہیں۔ اور ہم شیعوں کے ایسے نہیں ہیں
جن کا تعصب ان کو معلوم شدہ باتوں سے انکار
کر دینے پر آمادہ کرتا ہے۔ لیکن یہ ہم ضرور کہتے
ہیں کہ صحابہ سے کوئی شخص بھی حضرت علی ابن
ابی طالب سے افضل نہیں تھا۔ بس اس کے سوا
ہم کسی بات کا انکار نہیں کرتے ہیں۔ ہاں علامہ
جاحظ فرقہ عثمانیہ کی حمایت میں جو تعصب رکھتے ہیں
اور رد و ابطال سے حضرت ابوبکر کے لئے جن
فضائل و مناقب کا قصد کرتے ہیں اس سے ہم کو
ضرور اختلاف ہے ... رہے حضرت عمر کے فضائل
تو ان سے ہم کو بھی انکار نہیں ہے ... مگر جو کچھ
علامہ جاحظ نے لکھا ہے اس میں کوئی بات بھی
ایسی نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ حضرت ابوبکر
یا حضرت عمر یا اور کوئی صحابی حضرت علی سے افضل تھے
البتہ علامہ جاحظ نے جو لکھا ہے کہ ان فضائل سے حضرت
علی کے لئے ایک بڑی یا چھوٹی فضیلت بھی نہیں تھی
تو یہ ان کا شرمناک تعصب اور افحش ظلم ہے حالانکہ
اس کے قبل ہم حضرت علی علیہ السّلام کے وہ حالات
بیان کر چکے ہیں جو ہجرت سے پہلے کے تھے اور اس
وقت حضرت کو جو فضائل و مناقب و خصوصیات
حاصل تھے ان کو بھی ذکر کر دیا ہے جن سے ثابت
ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر وغیرہ کے جو فضائل علامہ
جاحظ نے لکھے ہیں ان سے کہیں اعظم و اشرف

واعلیٰ حضرت علیؑ کے مراتب و مناقب تھے اور خدا کے اس قول سے جو علامہ ممدوح نے استدلال کیا ہے کہ "فتح مکہ کے قبل جن لوگوں نے خرچ اور جہاد کیا ان کے برابر بعد والے نہیں ہو سکتے" تو حضرت ابوبکر کے مال خرچ کرنے کی حقیقت ہم پہلے ظاہر کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ ہے کہ خدا نے اس آیۃ میں (جو پ۲۷ ع۱۷ میں ہے) صرف مال خرچ کرنے کا ذکر نہیں کیا ہے بلکہ اس کے ساتھ جہاد کو بھی بیان کیا ہے اور معلوم ہے کہ حضرت ابوبکر نہ صاحبِ جہاد تھے نہ صاحبِ جنگ لہٰذا وہ اس آیۃ کے مصداق کسی طرح ہو ہی نہیں سکتے۔ البتہ فتح مکہ کے پہلے حضرت علی علیہ السلام نے مال بھی خرچ کیا اور جہاد بھی کیا (اس سبب سے وہی اس کے حقیقی مصداق ہیں) حضرت کا جہاد توسب کو معلوم ہے (کہ بدر۔ احد۔ خندق۔ خیبر میں کیا کارہائے نمایاں کئے ہیں) رہا مال خرچ کرنا تو حضرتؑ نے باوجود اپنی تنگ حالی۔ پریشانی اور ناداری کے بہت کچھ راہ خدا میں دے ڈالا ہے۔ حضرتؑ ہی تو وہ ہیں جنہوں نے خدا کی محبت میں مسکین۔ یتیم اور اسیر کو کھانا کھلایا اور خدا نے آپ کے۔ آپ کی زوجہ کے اور آپ کے فرزندوں کے بارے میں قرآن کا ایک پورا سورہ (دہر) ہی نازل کر دیا!!! اور حضرت ہی وہ ہیں کہ

واعظم واشرف من جمیع ماذکر لھٰؤلاء ... فاما قولہ تعالیٰ لا یستوی منکم من انفق فقد ذکرنا ما عندنا من دعواھم لابی بکر انفاق المال وایضا فان اللہ تعالیٰ لم یذکر انفاق المال مفردا وانما قرن بہ القتال ولم یکن ابوبکر صاحب قتال وحرب فلا تشملہ الآیۃ وکان علی علیہ السلام صاحب قتال وانفاق قبل الفتح۔ اما قتالہ فمعلوم بالضرورۃ واما انفاقہ فقد کان علی حسب حالہ وفقرہ وھو الذی اطعم الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیرا وانزلت فیہ وفی زوجتہ وابنیہ سورۃ کاملۃ من القرآن وھو الذی ملکؑ اربعۃ دراھم فاخرج منہا درھما سرا ودرھما

علانیۃ لیلا ثم اخرج منہا فی النہار درہما سرا و درہما علانیۃ فانزل فیہ قولہ تعالے الذین ینفقون اموالہم باللیل والنہار سرا و علانیۃ ۔ وھوالذی قدم بین یدی نجواہ صدقۃ دون المسلمین کافۃ ۔ وھوالذی تصدق بخاتمہ وھو راکع فانزل اللہ فیہ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوۃ ویؤتون الزکوۃ وھم راکعون (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۲۷۵)

آپ کے پاس صرف چار درہم تھے تو اس سے ایک درہم چھپا کر اور ایک درہم علانیہ رات کو راہ خدا میں نکال دیا پھر ایک درہم چھپا کر اور ایک درہم علانیہ دن کو خیرات دے دیا۔ اس پر خدا نے حضرت ع کی شان میں یہ آیۃ نازل کی کہ جو لوگ اپنے مالوں کو رات میں ۔ دن میں چھپا کر اور علانیہ خرچ کرتے ہیں ان کے لئے اللہ کے ہاں بڑا اجر ہے اور وہ (قیامتہ میں) نہ ڈریں گے نہ غمگین ہونگے (پ۳ ع ۱۶) اور مسلمانوں میں صرف حضرت ع ہی وہ ہیں کہ حضرت رسول سے سرگوشی کرنے کے لئے پہلے صدقہ نکال دیا۔ اور حضرت ع ہی وہ ہیں کہ حالت رکوع میں اپنی انگوٹھی خیرات کر دی جس پر اللہ نے یہ آیۃ نازل کی کہ تمہارے سرپرست اور حاکم اللہ ۔ اس کے رسول اور وہ لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے اور حالت رکوع میں زکوۃ دیتے ہیں۔

حضرت ابو بکر کی مالداری یا اسلام میں مال خرچ کرنے کے متعلق اور بھی معتبر کتابوں میں ایسی چیزیں ملتی ہیں جن سے علامہ شیخ ابو جعفر ہی کی تحقیق درست ثابت ہوتی ہے ۔ مثلاً علامہ سمہودی نے لکھا ہے ۔

من حدیث ابی ھریرۃ ایضا انہ کان یقول واللہ الذی لا الہ الا ھو ان کنت لاعتمد

حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے تھے کہ خدا کی قسم میری یہ حالت تھی کہ بھوک سے اپنا جگر زمین پر رکھا کرتا اور گرسنگی میں پتھر اپنے پیٹ سے باندھا کرتا۔ اس حالت میں ایک روز

بکبدی علے الارض من الجوع وان کنت لاشد الحجر علے بطنی من الجوع ولقد قعدت یوما فی طریقھم الذی یخرجون منه فمر ابو بکر فسألته عن آیة من کتاب الله - ما سالته الا لیستتبعنی فمر ولم یفعل ثم مر بی ابو القاسم فتبسم حین رانی وعرف ما فی نفسی وما فی وجھی الی آخرہ (وفاء الوفاء ج ۱ ص ۳۲۲)	میں ان صحابہ کی اس راہ میں بیٹھا تھا جس سے یہ لوگ نکلتے تھے اتنے میں ادھر سے حضرت ابوبکر گذرے تو میں نے ان سے قران کی ایک آیة پوچھی مگر میری غرض اس سے صرف یہ تھی کہ وہ مجھے اپنے گھر لے چلیں (اور کچھ کھلائیں) لیکن وہ خود چلے گئے اور مجھکو ساتھ نہیں لیا پھر حضرت رسولخدا صلعم ادھر سے گزرے - حضرت مجھے دیکھکر اور میری حالت سمجھکر مسکرا دیئے - مجھے اپنے ساتھ لے گئے اور مجھ کو سیر کر دیا۔

کس قدر حیرت خیز ہے کہ ابو ہریرہ صرف چند لقمے کی خواہش حضرت ابوبکر سے کریں اور وہ اس درجہ بے رخی سے پیش آئیں۔

غلام آزاد کرنے کی تحقیق حضرت عائشہ کا قول اوپر نقل کیا گیا کہ جناب ممدوح نے سات غلام آزاد کئے اور علامہ شیخ ابو جعفر نے لکھا ہے کہ چھ غلام آزاد کئے ہوں گے جن سب کی مجموعی قیمت ۱۰۰ درہم ہوگی یعنی تقریباً ۲۵ اس طرح ایک غلام کی قیمت ۴ کے قریب ہوتی ہے مگر امام احمد بن حنبل کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے آپ سے غلام آزاد کرنے کی فرمائش کی تو آپ نے حضرت کا حکم نہیں مانا اور عذر کر دیا - ممدوح لکھتے ہیں:-

عن سعد مولے ابی بکر وکان یخدم النبیؐ وکان النبیؐ	حضرت ابوبکر کے غلام سعد حضرت رسولخدا صلعم کی خدمت بھی کر دیتے تھے اور حضرتؐ

یعجبہ خدمتہ فقال یا ابا بکر اعتق سعداً فقال یا رسول اللہ ما لنا ما ھن غیرہ قال فقال رسول اللہ اعتق سعداً اتتک الرجال قال ابو داؤد یعنی السبی (مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۱۹۹)	کو انکی خدمت پسند تھی اس سبب سے حضرت ابو بکر سے فرمایا کہ اے ابو بکر تم سعد کو آزاد کر دو۔ حضرت ابو بکر نے کہا یا رسول اللہؐ ہم لوگوں کے پاس اس غلام کے سوا دوسرا کوئی غلام نہیں ہے حضرت نے فرمایا (نہیں تم) سعد کو ضرور آزاد کر دو۔ کیونکہ تمہارے پاس کئی آدمی ہو گئے ہیں ابو داؤد نے کہا کہ کئی آدمی سے حضرت کی مراد یہ تھی کہ کئی غلام تمہارے پاس ہو گئے ہیں۔

اس روایۃ سے نہایت تعجب ہوتا ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم خود فرمائش کرتے ہیں کہ سعد کو آزاد کر دو مگر حضرت ابو بکر عذر کرتے ہیں کہ میرے پاس اس کے سوا دوسرا غلام نہیں ہے کیوں کر آزاد کردوں۔ حضرت اس پر بھی اپنی فرمائش نہیں چھوڑتے اور دوبارہ فرماتے ہیں کہ ان کو ضرور آزاد کردو تمہارے پاس تو اور غلام آگئے ہیں لیکن اب بھی حضرت ابو بکر نے سعد کو آزاد نہیں کیا۔ حالانکہ ان کی قیمت چار یا پانچ روپیہ سے زیادہ نہیں تھی۔

اپنی بیٹی کو ایک غلام دے دیا

حالانکہ آپ نے اپنی بیٹی اسماء کی کچھ تکلیف سنی تو فوراً ان کے پاس ایک غلام بھیج دیا۔ امام احمد بن حنبل لکھتے ہیں:۔

عن اسماء بنت ابی بکر قالت تزوجنی الزبیر وما لہ فی الارض من مال ولا مملوک ولا شئی غیر فرسہ قالت فکنت اعلف فرسہ واکفیہ مؤنتہ واسوسہ وادق النوی لناضحہ واعلف	حضرت ابو بکر کی بیٹی اسماء کہتی تھیں کہ زبیر نے جب مجھ سے شادی کی تو ان کے پاس کچھ مال تھا نہ کوئی غلام اور نہ دنیا کی کوئی اور چیز سوا ان کے گھوڑے کے۔ میں ہی ان کے گھوڑے کے لئے گھاس چارا وغیرہ لاتی۔ میں ہی اس کی سائیسی کی خدمت کرتی اور میں ہی ان کے پانی والے اونٹ کے لئے گٹھلیاں

واستقی الماء واخرز غربہ واعجن ولم اکن احسن الخبز فکان یخبز لی جارات من الانصار وکن نسوة صدق وکنت انقل النوی من ارض الزبیر التی اقطعہ رسول اللہ علی راسی وھی منی علی ثلثی فرسخ قالت فجئت یوما والنوی علی راسی فلقیت رسول اللہ ومعہ نفر من اصحابہ فدعانی ثم قال اخ اخ لیحملنی خلفہ۔ قالت فاستحییت ان اسیر مع الرجال وذکرت الزبیر وغیرتہ قالت وکان اغیر الناس فعرف رسول اللہ انی قد استحییت فمضی وجئت الزبیر فقلت لقینی رسول اللہ وعلی راسی النوی ومعہ نفر من اصحابہ فاناخ لارکب معہ۔ فاستحییت وعرفت غیرتک

توڑتی اس کو چارا گھاس دیتی اس کے لئے پانی کھینچتی اور میں ہی اس کا ڈول سیا کرتی۔ اور میں ہی آٹا گوندھتی مگر مجھے روٹی پکانے نہیں آتی تھی تو انصار کی عورتیں جو میری پڑوسن تھیں میری روٹیاں پکا دیتی تھیں وہ بڑی نیک اور مہربان تھیں۔ اور میرا معمول تھا کہ حضرت رسولخدا صلعم نے زبیر کو جو زمین دی تھی اور جو میرے مکان سے دو ثلث فرسخ (گویا دو میل سے زیادہ) پر تھی وہاں سے جمع کرکے گٹھلیاں اپنے سر پر لایا کرتی تھی۔ ایک روز میں اسیطرح اپنے سر پر گٹھلیاں لادکر چلی آتی تھی تو راہ میں رسولخدا صلعم اپنے کچھ اصحاب کے ساتھ مل گئے حضرت نے مجھے پکارا اور اپنا اونٹ بٹھا کر چاہا کہ مجھے اپنے پیچھے سوار کرلیں مگر مجھے مردوں کے ساتھ چلنے میں شرم آئی اور زبیر کی غیرت کا بھی خیال ہوا کیونکہ وہ بڑے غیرت مند تھے۔ رسولخدا صلعم بھی میری شرم سمجھ کر آگے روانہ ہوگئے۔ پھر میں زبیر کے پاس آئی اور اُن سے بیان کیا کہ میں سر پر گٹھلیاں لادکر چلی آتی تھی تو راہ میں رسولخدا صلعم مل گئے

فقال واللہ لحملك النوی اشد علی من رکوبك معہ قالت حتی ارسل الی ابو بکر بعد ذلك بخادم نکفتنی سیاسۃ الفرس نکانما اعتقنی (مسند احمد بن حنبل جلد ۶ ص۳۴۷)	اور اپنی سواری روک کر اپنے پیچھے مجھے بٹھا لینا چاہا مگر مجھے شرم آئی اور تمہاری غیرت کا بھی خیال ہوا۔ انھوں نے کہا خدا کی قسم تمہارا گٹھلیاں ڈھونا میرے لئے زیادہ غیرت کا باعث ہے۔ یہی حالت رہی یہاں تک کہ حضرت ابو بکر نے ایک غلام میرے پاس بھیجدیا جس نے مجھے گھوڑے کی خدمت سے بچادیا گویا مجھے لونڈی پن سے آزاد کر دیا۔

رسولخدا کے حضرت صلعم ہاں حضرت ابوبکر کا کھانا

مذکورہ بالا تحقیقات سے یہ امر تو ثابت نہیں ہو سکا کہ حضرت ابو بکر نے کس کس موقع پر حضرت رسولخدا صلعم کی مدد اپنے مال سے کی۔ البتہ حدیث و تاریخ کی معتبر شہادتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خود حضرت رسولخدا صلعم کے گھر حضرت ابو بکر اکثر کھایا کرتے تھے۔ مثلاً امام احمد بن حنبل نے لکھا ہے:-

ان ابابکر تعشی عندہ رسول اللہ صلعم (مسند احمد بن حنبل ج ا ص۱۹۸)	حضرت ابو بکر نے حضرت رسولخدا صلعم کے ہاں رات کا کھانا کھایا۔

اور علامہ علی متقی نے لکھا ہے:-

بینا ابو بکر یتغدی مع رسول اللہ صلعم ... کان ابو بکر الصدیق یاکل مع رسول اللہ صلعم (منتخب کنز العمال ج ۲ ص۳۵)	جب حضرت رسولخدا صلعم کے ساتھ حضرت ابو بکر دن کا کھانا کھاتے تھے .... حضرت ابو بکر صدیق حضرت رسولخدا صلعم کے ساتھ کھاتے تھے۔

بعض اوقات ایسا بھی اتفاق ہوا ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم فاقہ سے ہیں مگر حضرت ابو بکر نے کبھی حضرتؐ کی فاقہ شکنی کا انتظام نہیں کیا لیکن حضرت ابو بکر پر ایسا وقت پڑتا تھا اور حضرت رسولخدا صلعم کا ہاتھ خالی ہوتا تھا تو اس مصیبت میں بھی حضرت ہی ان لوگوں کے کام آتے تھے جس کی تصدیق مندرجہ

ذیل نہایت ہی عبرت خیز واقعہ سے ہوتی ہے۔ علامہ علی متقی نے لکھا ہے :-

حدثنی ابو بکر قال فاتنی العشاء ذات لیلۃ فاتیت اھلی فقلت ھل عندکم عشاء قالوا لا و اللہ ما عندنا عشاء فاضطجعت علی فراشی فلم یأتنی النوم من الجوع فقلت لو خرجت الی المسجد فصلیت وتعللت حتی اصبح۔ فخرجت الی المسجد فصلیت ما شاء اللہ ثم تساندت الی ناحیۃ المسجد فبینا انا کذلک اذ طلع عمر بن الخطاب فقال من ھذا۔ قلت ابو بکر قال ما اخرجک ھذہ الساعۃ فقصصت علیہ القصۃ فقال واللہ ما اخرجنی الا الذی اخرجک فجلس الی جنبی فبینا نحن کذلک اذ خرج علینا رسول اللہ فانکرنا فقال من ھذا۔

حضرت ابو بکر بیان کرتے تھے کہ ایک رات مجھے کھانے کو کچھ نہیں ملا تو میں اپنے گھر آیا اور اپنے اہل و عیال سے پوچھا کہ تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ ان لوگوں نے بھی کہا کہ خدا کی قسم کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ سُن کر میں اپنے فرش پر پڑ رہا مگر بھوک سے نیند کہاں آتی تھی۔ تب اپنے دل میں کہا کہ مسجد چلوں وہیں نماز پڑھوں اور صبح تک اسی سے دل بہلاؤں یہ سوچ کر مسجد کی طرف نکلا اور جس قدر ہو سکا نمازیں پڑھیں۔ پھر مسجد کے ایک کونے سے لگ کر بیٹھ رہا۔ ابھی میں اسی حال میں پڑا تھا کہ دفعۃً عمر بن الخطاب بھی وہیں پہونچ گئے۔ انھوں نے پوچھا کون ہے۔ میں نے کہا ابو بکر۔ پوچھا آپ اس وقت یہاں کیوں ہیں۔ میں نے ان سے اپنا پورا حال بیان کر دیا۔ وہ بولے خدا کی قسم میں بھی اسی مصیبت میں گھر سے نکلا ہوں۔ پھر وہ میری بغل میں بیٹھ گئے۔ ابھی ہم لوگ اسی طرح بیٹھے تھے کہ وہاں حضرت رسولخدا صلعم بھی پہونچے۔ حضرت نے ہم لوگوں کو نہیں پہچانا تو فرمایا کون ہے؟ اس پر مجھ سے پہلے عمر بول دیئے اور کہا یہ ابوبکر

فبادرنی عمر فقال هذا ابو بکر وعمر فقال ما اخرجکما هذہ الساعۃ فقال عمر خرجت فدخلت المسجد فرأیت سواد ابی بکر - فقلت من هذا فقال ابو بکر فقال ما اخرجك هذہ الساعۃ فذکر الذی کان فقلت وانا واللہ ما اخرجنی الا الذی اخرجك فقال النبیؐ وانا واللہ ما اخرجنی الا الذی اخرجکما فانطلقوا بنا الی الواقفی ابی الهیثم بن التیهان فلعلنا نجد عندہ شیئا یطعمنا فخرجنا نمشی فانطلقنا الی الحائط فی القمر فقرعنا الباب فقالت المرأۃ من هذا - فقال عمر هذا رسول اللہ وابو بکر وعمر ففتحت لنا فدخلنا فقال رسول اللہؐ این زوجك قالت ذهب یستعذب لنا من الماء من حش بنی حارثۃ

اور (میں) عمر ہوں - حضرت نے پوچھا تم دونوں کو اس وقت کس بات نے گھر سے باہر کیا ہے - عمر نے کہا میں گھر سے نکلا تو مسجد میں داخل ہوا یہاں ابو بکر کی سیاہی دکھائی دی تو پوچھا یہ کون ہے - انھوں نے کہا ابو بکر - کہا تم کو اس وقت کس چیز نے نکالا ہے - تو انھوں نے جو بات تھی کہہ دی - تب میں نے کہا خدا کی قسم مجھے بھی اسی امر نے گھر سے نکلنے پر مجبور کیا - اس پر حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا خدا کی قسم میں بھی اسی سبب سے نکلا ہوں - اب تم لوگ میرے ساتھ واقفی ابو الہیثم بن التیہان کے پاس چلو شاید وہاں کوئی چیز مل جائے جو وہ ہم لوگوں کو کھلا دے - غرض ہم لوگ مسجد سے اس کے باغ کی طرف چاندنی شب میں چلے وہاں پہونچ کر دروازہ کو کھٹکھٹایا - اسکی عورت بولی کون! عمر نے کہا یہ رسول اللہؐ اور ابو بکر و عمر آئے ہیں یہ سن کر اس نے دروازہ کھول دیا اور ہم لوگ گھر میں گئے وہاں پہونچ کر حضرت رسولخدا صلعم نے پوچھا تمہارا شوہر کہاں ہے - اس نے کہا وہ میٹھا پانی لانے کو بنی حارثہ کے باغ کی طرف گئے ہیں ابھی آیا چاہتے ہیں - اتنے میں وہ مشک لئے آپہونچا اور اس کو کھجور کی ایک شاخ میں

الآن یاتیکم فجاء یحمل
قربة حتی اتی بها
نخلة وعلقها علی
کرنافة من کرانیفها
ثم اقبل علینا فقال
مرحبا واهلا ما زار ناس
احد اقط مثل من
زارنی ثم قطع لنا
عذقا فاتانا به فجعلنا
ننتقی منه فی القمر و
ناکل ثم اخذ الشفرة
فجال فی الغنم فقال
له رسول اللہ ﷺ ایاک
والحلوب فاخذ شاة
وذبحها وسلخها وقال
لامرأته قومی فطبخت
وخبزت وجعلت
تقطع فی القدر من اللحم
وتوقد تحتها حتی بلغ
الخبز واللحم فثرد
وغرف علیه من المرق
واللحم ثم اتانا به
فوضعه بین ایدینا
فاکلنا فشبعنا (کنز العمال ج ۴)

لٹکا دیا۔ پھر ہم لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر
کہنے لگا میں کیسا خوش نصیب ہوں
کہ آپ حضرات نے میرے ہاں زحمت
کی۔ کسی کے ہاں ایسے معزز مہمان کاہیکو
جاتے ہوں گے۔ پھر کھجور کی ایک
ڈال توڑ کر اس نے ہم لوگوں کو دی۔ ہم
لوگ اس کو صاف کرکے کھانے
لگے پھر وہ چھرا لے کر بکریوں کی
طرف بڑھا۔ حضرت نے فرمایا بھائی
دیکھو وہ بکری نہ ذبح کرنا جو ابھی دودھ
دیتی ہو۔ تب اس نے ایک بکری پکڑی۔
اس کو ذبح کرکے بنایا اور اپنی عورت
سے کہا لو اب اس کو پکا ڈالو۔
اس نے اٹھ کر اس کو بھونا اور
روٹیاں پکائیں پھر ہانڈی میں گوشت کے
ٹکڑے ڈالنے لگی اور اس کے
نیچے آگ روشن کردی یہاں تک کہ
گوشت اور روٹی پک گئی۔ پھر روٹی
کے ٹکڑے کرکے اس کے اوپر شوربا اور
گوشت ڈال کر ثرید طیار کردی۔ اور
اسکو ہم لوگوں کے پاس رکھ دیا۔ ہم لوگوں
نے اس سے اس قدر کھایا کہ خوب سیر ہو گئے۔

اس روایتہ کے ابتدائی حصہ میں حضرت ابوبکر فرماتے ہیں" ایک رات مجھے کھانے کو نہیں ملا تو میں اپنے گھر آیا اور اپنے اہل وعیال سے پوچھا کہ تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ ان لوگوں نے بھی کہا کہ خدا کی قسم کچھ نہیں ہے"۔ اس جملہ سے بظاہر تعجب ہوتا ہے کہ پہلے حضرت کو کس جگہ کھانے کو نہیں ملا۔ جس کے بعد گھر آکر دریافت کیا۔ کیونکہ پہلا بیان کھانا نہ ملنے کا بھی تو گھر ہی کا ہوگا۔ پھر اس کے بعد گھر پر آنے اور گھر والوں سے دریافت کرنے کا کیا مطلب؟ تو اصل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر اپنے غلام کی مزدوری سے کھایا کرتے تھے۔ وہ بیچارہ جو کچھ حاصل کرکے لاتا آپ اس سے لے کر نوش فرمایا کرتے جس کی تفصیل پہلے (اس کتاب کے پہلے حصہ کی نویں فصل میں) گذر چکی ہے۔ معلوم ہوتا ہے اس رات کو غلام سے کچھ نہیں ملا تو آپ گھر میں تشریف لائے کہ شاید یہیں کچھ مل جائے۔ مگر وہاں بھی کچھ نہیں ملا مسلمانوں کی دوسری جماعتہ کہتی ہے کہ حضرت ابوبکر نے حضرت رسولخدا صلعم اور اسلام کی ذات میں کچھ خرچ نہیں کیا یہ بھی کہتی ہے کہ حضرت ابوبکر خود ہی حضرت رسولخدا صلعم سے مالی نفع حاصل کرتے تھے۔ جس کی دلیل وہ یہ پیش کرتی ہے کہ جناب شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی اور تمام علمار سیر و تاریخ و حدیث نے ہجرت کے وقت کا یہ طرز عمل لکھا ہے:۔

ابوبکر را دو شتر بود کہ بچہار صد درم و در روایتے ہشت صد خریدہ و مدت چہار ماہ آں را علف دادہ فربہ ساختہ نگاہ داشتہ بود۔ پس دو را پیش آورد تا یکے را آنحضرت قبول فرماید فرمود قبول کردم ولیکن بشرط ابتیاع پس بہ نہصد درم آں ناقہ را از ابوبکر صدیق بخرید (مدارج النبوۃ)

حضرت ابوبکر کے پاس دو اونٹ تھے جن کو آپ نے چار سو درہم میں خریدے تھے اور ایک روایتہ میں ہے کہ آٹھ سو درہم میں خریدے تھے۔ اور چار مہینہ تک دونوں کو چارہ گھاس کھلا کر موٹا کیا۔ انکو اپنے پاس رکھے تھے۔ ان دونوں کو حضرتؐ کی خدمت میں پیش کیا کہ ایک کو حضرت قبول فرمالیں۔ حضرتؐ نے فرمایا قبول تو کیا لیکن

جلد۲ صہ۴ و تاریخ کامل جلد۲ ص۱۳۹ تاریخ طبری جلد۲ ص۲۴۵ وکنز العمال کتاب الہجرۃ جلد۸ ص۳۲۹ وصحیح بخاری جلد۲ ص۲۶۵ و ۲۷۴ و جلد۳)	اس شرط سے کہ قیمت پر دو پس حضرت رسولخدا صلعم نے نوسو درہم کو ایک اونٹ حضرت ابوبکر سے خریدا۔

مگر علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ آٹھ سو درہم کو خریدا (شرح صحیح بخاری پ۱۵ ص۱۷۴ باب ہجرۃ النبیؐ)۔ اس طرح حضرت رسولخدا صلعم کے ہاں حضرت ابوبکر نے ایک قول کے مطابق ۴سو درہم کا اونٹ آٹھ سو کو دوسرے قول کے مطابق نوسو درہم کو۔ تیسرے قول کے مطابق ۲سو درہم کا اونٹ آٹھ سو درہم کو اور چوتھے قول کے مطابق ۳ سو درہم کا اونٹ ۹سو درہم کو بیچا۔ اس کے مقابلہ میں ایک دوسرے صحابی کا طرز عمل بھی قابل ملاحظہ ہے۔ علامہ علی متقی نے لکھا ہے:۔

عن عروۃ البارقی ان رسول اللہؐ اعطاہ دینارا یشتری لہ بہ شاۃ فاشتری لہ شاتین فباع احداھما بدینار واتی النبیؐ بالدینار والشاۃ فدعا لہ النبیؐ بالبرکۃ۔ (کنز العمال ج ۷ ص۶۳)	عروہ بارقی سے روایت ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے ان کو ایک دینار دیا کہ اس سے حضرت کے لئے ایک بکری خرید لائیں۔ وہ گئے اور اس سے دو بکریاں خریدلیں۔ پھر ان دو سے ایک کو ایک دینار میں بیچ ڈالا۔ اور دوسری بکری اور وہ دینار لاکر حضرتؐ کی خدمت میں پیش کردیا۔ یہ دیکھ کر حضرتؐ نے انکو برکت کی دعا دی۔

ساتویں فصل

حضرت ابوبکر کے دل میں حضرت رسولخدا صلعم اور اسلام کی عزت و محبت

یہ فصل دو حصوں پر مشتمل ہے۔

(الف) آنحضرت صلعم کی عزت و محبت اس کی تحقیق اس سے ہوگی کہ دیکھا جائے حضرت رسولخدا صلعم پر کون کون سخت وقت پڑے اور حضرت

ابوبکر نے ان اوقات میں کیا محبت ظاہر کی۔ ایک وقت کی حالت مورخین نے اس طرح لکھی ہے:۔

فبینما ھم کذلک اذ طلع رسول اللہ فوثبوا الیہ وثبۃ رجل واحد یقولون لہ انت الذی تقول کذا وکذا فیقول انا الذی اقول ذلک فاخذ عقبۃ ابن ابی معیط بردائہ وقام ابوبکر الصدیق دونہ یقول وھو یبکی ویلکم اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ ثم انصرفوا عنہ ھذا اشد ما بلغت عنہ۔ (تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۲۹ و تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۲۳)

کفار اسیطرح جمع تھے کہ اتنے میں وہاں حضرت رسولخدا تشریف لائے تو سب کے سب ایک مرتبہ حضرت پر ٹوٹ پڑے اور کہتے تھے کیوں جی تم ہی وہ ہو جو ایسا ایسا کہتے ہو۔ حضرت نے فرمایا ہاں میں ہی یہ باتیں کہتا ہوں۔ اس پر عقبہ بن ابی معیط نے حضرت کی ردار پکڑ لی اور ابوبکر صدیق حضرت کے پاس ہی الگ کھڑے ہوئے روتے اور کہتے تھے کیا تم لوگ ایسے شخص کو قتل کر ڈالوگے جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ پھر سب کفار حضرت کے پاس سے چلے گئے یہ حضرت پر سخت ترین ظلم تھا جو میں نے سُنا۔

یہ واقعہ تاریخ۔ حدیث و سیرۃ کی تقریباً کل کتابوں میں پوری تفصیل سے موجود ہے۔ صحیح بخاری میں بھی یہ واقعہ متعدد جگہ مرقوم ہے۔ ایک جگہ کی شرح میں علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے:۔

وقام ابوبکر دونہ وھو یبکی تقول اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ ثم انصرفوا عنہ (صحیح بخاری مع شرح فتح الباری پ ۱۵ صفحہ ۴۳ مطبوعہ دہلی)

حضرت ابوبکر اسی جگہ حضرت رسول سے الگ کھڑے ہو کر روتے تھے اور کہتے تھے کیا تم لوگ ایسے شخص کو قتل کر ڈالوگے جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ اسکے بعد کفار حضرت کو چھوڑ کر چلے گئے۔

دوسرے موقع کی حالت اس طرح لکھی ہے:۔

عن انس قال لقد ضربوا رسول اللہ صلعم حتی غشی علیہ فقام ابوبکر فجعل ینادی ویقول ویلکم اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ۔ قالوا من ھذا قالوا ھذا ابن ابی قحافة المجنون۔ (ازالۃ الخفاء مقصد ۲ صـ۱۱ و منتخب کنز العمال جلد ۴ صـ۲۵۰)

انس بیان کرتے تھے کہ کفار نے آنحضرت صلعم سے اتنی بے ادبی کی کہ حضرت بیہوش ہو گئے اس پر حضرت ابوبکر کھڑے ہو کر پکارنے لگے وائے ہو تم پر کیا تم اس شخص کو قتل کر ڈالو گے جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ لوگوں نے پوچھا یہ کون ہے تو جواب دیا گیا کہ یہ ابوقحافہ کا پاگل بیٹا ہے۔

اور علامہ ابن عبد البر نے لکھا ہے:۔

دخل رسول اللہ صلعم المسجد فقاموا الیہ وکانوا اذا سألوہ عن شیٔ صدقہم فقالوا الست تقول فی الھتنا کذا وکذا قال بلی۔ قال فتشبثوا بہ باجمعہم فاتی الصریخ الی ابی بکر فقیل لہ ادرک صاحبک فخرج ابوبکر حتی دخل المسجد فوجد رسول اللہ صلعم والناس مجتمعون علیہ فقال ویلکم اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ۔ (استیعاب جلد ۱ صـ۳۴۲)

حضرت رسولخدا صلعم مسجد میں داخل ہوئے تو کفار حضرت کی طرف کھڑے ہو کر پوچھنے لگے کہ تم ہی ہمارے معبودوں کو ایسا کہتے ہو۔ حضرت سے وہ جو پوچھتے آپ سچ کہہ دیتے۔ فرمایا ہاں میں ہی ہوں اس پر وہ سب ٹوٹ پڑے۔ تب کسی نے پکارا کہ اے ابوبکر اپنے صاحب کی خبر لو۔ ابوبکر گئے تو دیکھا کہ لوگ حضرت رسولخدا صلعم کو گھیرے ہیں۔ آپ نے ان لوگوں سے کہا وائے ہو تم پر کیا تم اس شخص کو قتل کر ڈالو گے جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔

ظاہر ہے کہ صرف زبان سے کہنا حضرت کو کوئی نفع نہیں دے سکتا تھا جب تک حضرت کو بچایا نہ جاتا۔ دوسرا سخت وقت شعب ابی طالب میں حضرت

رسو لخدا صلعم کے محبوس ہونے کا تھا ۔ شمس العلماء مولوی شبلی صاحب نے لکھا ہے " ابو طالب مجبور ہو کر تمام خاندان ہاشم کے ساتھ شعب ابوطالب میں پناہ گزیں ہوئے ۔ تین سال تک بنو ہاشم نے اس حصار میں بسر کی ۔ یہ زمانہ ایسا سخت گذرا کہ طلح کے پتے کھا کھا کر رہتے تھے ۔ حدیثوں میں جو صحابہ کی زبان سے مذکور ہے کہ ہم طلح کی پتیاں کھا کھا کر بسر کرتے تھے یہ اسی زمانہ کا واقعہ ہے "۔ (سیرۃ النبیؐ جلد ۱ ص ۱۷۹) اس زمانہ میں بھی حضرت ابو بکرؓ نے نہ حضرتؐ کا ساتھ دیا نہ حضرتؐ کی کسی طرح مدد کی ۔ کسی کتاب سے نہیں معلوم ہو سکا کہ ممدوح نے آنحضرت صلعم کے ساتھ جانے تک کی زحمت گوارا کی ہو حالانکہ خاندان بنی ہاشم کے علاوہ بھی بہت سے صحابہ اس شعب میں آنحضرتؐ کے ساتھ تھے ۔ تیسرا موقع طائف کا سفر تھا ۔ جب حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجہ کا انتقال ہو گیا اس وقت کفار قریش کا ظلم اور بڑھ گیا ۔ علامہ طبری و ابن اثیر وغیرہ نے لکھا ہے :-

فعظمت المصیبۃ علی رسول اللہؐ بھلاکھا ... فلما اشتد علیہ الامر بعد موت ابی طالب خرج ومعہ زید بن حارثہ الی ثقیف (تاریخ کامل جلد ۲ ص ۳۴ و طبری جلد ۲ ص ۲۲۹ وغیرہ)	اس وقت حضرتؐ کی مصیبت بہت سخت ہوگئی جب ابو طالب کی وفاۃ پر آپ کی اذیتیں شدید ہو گئیں تو آپ قبیلہ ثقیف کیطرف تشریف لے گئے اور حضرتؐ کے ساتھ زید بن حارثہ بھی تھے ۔

تاریخ یا سیرۃ یا حدیث کی کسی کتاب سے نہیں معلوم ہوتا کہ حضرت ابو بکرؓ اس وقت آنحضرتؐ کے ساتھ گئے ہوں یا اس مصیبت کے وقت کسی قسم کی مدد یا ہمدردی آپ سے ظاہر ہوئی ہو ۔ چوتھا موقع وہ تھا جب کفار کی سختیوں سے عاجز آکر صحابہ ہجرت کرنے پر آمادہ ہو گئے ۔ اُس وقت حضرتؐ سے محبت کرنے کا اور ساتھ دینے کی سخت ضرورت تھی مگر حضرت ابو بکرؓ نے اپنے نفس کی حفاظت کو مقدم رکھا ۔ امام بخاری وغیرہ کل محدثین و مورخین نے لکھا ہے

فلما ابتلے المسلمون خرج	جب مسلمان مصیبتوں میں مبتلا ہوئے تو حضرت ابو بکرؓ

ابوبکر مہاجرا نحو ارض الحبشۃ حتے اذا بلغ برک الغماد لقیہ ابن الدغنۃ وھو سید القارۃ فقال این ترید یا ابا بکر فقال ابو بکر اخرجنی قومی ارید ان اسیح الارض۔
(صحیح بخاری پ ۱۵ صفحہ ۴۶۹ وغیرہ)

بھی ہجرت کرکے ملک حبش کی طرف چلے۔ یہاں تک کہ برک غماد پر پہونچ گئے وہاں ان سے قارہ کے سردار ابن الدغنہ سے ملاقات ہوئی تو اس نے پوچھا ابو بکر! کہاں جاتے ہو۔ حضرت ابو بکر نے کہا میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے۔ اسی وجہ سے اب ارادہ کرتا ہوں کہ زمین میں گھومتا رہوں۔

پانچواں موقع اظہار محبت کا حضرت رسولخداصلعم کا مرض موت ہے کہ حضرتؐ اس درجہ ضعیف ہو گئے تھے کہ خود سے مسجد میں نہیں جاسکتے تھے اور حضرتؐ کو بھی اپنی زندگی سے مایوسی ہوگئی تھی اسی وجہ سے مشہور حدیث انی تارکؐ فیکم الثقلین اور حدیث قرطاس فرماکر اپنے بعد کے لئے ہدایت امتہ کا انتظام فرمارہے تھے۔ اس وقت کے متعلق محدثین ومورخین نے لکھاہے کہ:-

قال لہ ابوبکر یا نبی اللہ انی اراک قد اصبحت بنعمۃ اللہ وفضلہ کما نحب والیوم یوم ابنۃ خارجۃ فأتیھا ثم دخل رسول اللہؐ وخرج ابو بکر الے اھلہ بالسنخ۔
(تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۹۷)

حضرت رسولخداصلعم سے حضرت ابوبکر نے کہاکہ اے رسولخدا آج آپ پر خدا کی نعمۃ اور فضل ویسا ہی دیکھتا ہوں جیسی مجھے آرزو ہے۔ آج (میری ایک زوجہ) دختر خارجہ کی باری ہے تو میں وہاں جارہا ہوں۔ غرض حضرت رسولخداصلعم گھر میں داخل ہوئے اور حضرت ابوبکر مقام سنخ کو چلے گئے۔

حضرت ابوبکر کے جانے پر تھوڑی ہی دیر کے بعد آنحضرت صلعم نے

انتقال فرمایا۔ حضرت عائشہ فرماتی تھیں:۔

ان رسول اللہ ؐ مات و ابوبکر بالسنح (صحیح بخاری پ۱۴ ص۳۶۳)	جب حضرت رسو لخدا صلعم نے انتقال کیا تو حضرت ابو بکر مقام سنح میں تھے۔

تین دن کے بعد وہاں سے تشریف لائے (طبری جلد۳ ص۱۹۸)۔ان سب کی تفصیل بعد کو ذکر کی جائیگی۔

عزیز اور محبوب کے مرنے پر رونا بھی محبت کی دلیل ہے۔ جب حضرت حمزہ شہید ہوئے تو آنحضرت صلعم خود بھی روئے اور یہ بھی فرمایا:۔

اما عمی حمزۃ فلا بواکی لہ (تاریخ طبری جلد ۳ ص۲۷)	لیکن میرے چچا حمزہ پر کوئی رونے والا نہیں ہے۔

پھر چچا زاد بھائی جناب جعفر بن ابی طالب شہید ہوئے تو اُس وقت بھی حضرت روئے (تاریخ کامل جلد۲ ص۹۰)

اور حضرت رسو لخدا صلعم کے انتقال پر حضرت ابو بکر کی یہ حالت لکھی ہوئی ہے

لما قبض النبی ؐ کان ابوبکر غائبا فجاء بعد ثلاث ولم یجترئ احد ان یکشف عن وجہہ حتی ارید بطنہ فکشف عن وجھہ و قبل بین عینیہ ثم قال بابی انت وامی طبت حیا و طبت میتا ثم خرج ابوبکر۔ (تاریخ طبری جلد۲ ص۱۹۸)	جب حضرت رسو لخدا صلعم نے رحلت کی تو حضرت ابو بکر غائب تھے تین دن کے بعد آئے۔ اس درمیان میں کسی کو جرءت نہیں ہوئی کہ حضرت کا چہرہ کھولے۔ یہاں تک کہ حضرت کے شکم مبارک کا رنگ بدل گیا۔ حضرت ابو بکر آئے تو منہ کھولا پیشانی پر بوسہ دیا اور کہا میرے باپ ماں آپ پر فدا ہوں آپ زندگی اور موت دونوں میں پاک تھے۔ پھر حضرت ابو بکر وہاں سے چلے گئے۔

مسلمات دین امم کی عزت و محبت اسکے متعلق ممدوح کا کوئی خاص طرز عمل نہیں مل سکا جس سے معلوم ہو سکتا کہ اسکی کیا حد تھی۔

البتہ حضرت رسولخدا صلعم کو دین اسلام نہایت محبوب تھا اور آپ اس دین کو بہترین ادیان عالم سمجھتے تھے اس وجہ سے اپنے محبوب ترین اعزہ کو اس کے قبول کرنے پر آمادہ کرتے تھے ۔ حضرت ابو طالب ۔ حضرت خدیجہ ۔ حضرت علی ۔ جناب زید حضرتؐ کے مخصوص متعلقین تھے اور ان سب کو حضرتؐ نے دین اسلام پر لگا دیا ۔ حضرت ابو طالب کے متعلق گو بعض محدثین میں اختلاف ہے کہ اسلام قبول کیا یا نہیں لیکن حضرت رسولخدا صلعم نے آپ کو بھی اسی طرح اسلام کی طرف بلایا جس طرح جناب خدیجہ وغیرہ کو اور اکثر محققین و مورخین اسلام کے قول کی بنا پر جناب ابوطالب مسلمان ہی تھے ۔ انصاف پسند مورخین نے لکھا ہے:-

لما تقارب من ابی طالب الموت جعل یحرک شفتیه فاصغی الیه العباس باذنه وقال والله یا ابن اخی لقد قال الکلمة التی امرته ان یقولها فقال رسول اللهؐ الحمد لله الذی هداک یا عم ومن شعر ابی طالب مما یدل علی انه کان مصدقا لرسول اللهؐ قوله

ودعوتنی وعلمت انک صادق
ولقد صدقت وکنت ثم امینا
ولقد علمت بان دین محمد

جب حضرت ابوطالب کی وفات کا وقت قریب پہونچا تو وہ اپنے ہونٹوں کو ہلانے لگے ۔ جناب عباس نے کان لگا کر سُنا تو حضرت رسولخدا صلعم سے کہا اے فرزند خدا کی قسم ابو طالب نے وہ کلمہ اسلام زبان پر جاری کر دیا جس کا آپ نے حکم دیا تھا (کہ مرتے وقت بھی کہہ دیں) اس پر آنحضرت صلعم نے فرمایا اے چچا خدا کا شکر ہے کہ اس نے آپکی ہدایت کی ۔ اور حضرت ابو طالب کے اشعار سے یہ بھی ہیں جو ثابت کرتے ہیں کہ وہ پورے مومن تھے ۔

اے محمد! تم نے مجھ کو اسلام کی طرف بلایا اور میں جانتا ہوں کہ تم سچے ہو ۔
یقیناً تم برابر سچے اور پھر امین رہے

من خیر ادیان البریة دنیا
واللہ لن یصلوا الیک بجمعہم
حتے اوسد فی التراب دفینا
(تاریخ ابو الفدا جلد ۱ صفحہ ۱۲۰ و تاریخ خمیس جلد ۱ صفحہ ۳۴۰ و سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۲۲۸ و مواہب لدنیہ جلد ۱ صفحہ ۴۶ وغیرہ)

اور مجھے یقینی طور پر یہ بھی معلوم ہے کہ محمد کا دین (اسلام) دنیا بھر کے مذہبوں سے بہتر ہے۔ خدا کی قسم یہ کفار سب مل کر بھی تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اس وقت تک کہ میں قبر میں دفن کیا جاؤں۔

لیکن کسی کتاب سے یہ نہیں ثابت ہو سکا کہ حضرت ابوبکر نے اپنے والد ابو قحافہ اور اپنی والدہ ام الخیر کو اسلام کی طرف بلایا ہو اور اسکے لئے کسی قسم کی سعی کی ہو۔ آپ مکہ میں اسلام کے بعد ۱۳ سال تک رہے مگر ایک دن کے لئے بھی آپ کی کوشش کا پتا نہیں چلا۔ بلکہ آپ مدینہ ہجرت کر کے چلے گئے اور ابو قحافہ مکہ معظمہ ہی میں رہے اور جب ۸ھ میں آنحضرت صلعم بطور فاتح مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور بکثرت کفار نے اسلام قبول کیا اس وقت ابو قحافہ بھی مسلمان ہوئے (اصابہ۔ استیعاب۔ اسد الغابہ وغیرہ) آپ کی والدہ ام الخیر کے بارے میں البتہ ہے کہ قبل ہجرت مسلمان ہو گئی تھیں مگر ان کے متعلق بھی ثابت نہیں کہ حضرت ابوبکر نے ان کو اس دین کی طرف بلایا ہو یا اسکی خوبیاں سمجھائی ہوں یا اسکے قبول کرنے پر اصرار کیا ہو بلکہ حضرت رسولخدا صلعم ہی کے بارے میں ہے کہ

دعاہا رسول اللہ صلعم فاسلمت۔
(اصابہ جلد ۸ صفحہ ۲۲۹ وغیرہ)

اور حضرت ابوبکر کو بھی حضرت رسولخدا صلعم نے اسلام کی طرف بلایا تو وہ مسلمان ہوئیں۔

دوسرے اعزہ کے لئے کوشش کرنے کا پتا بھی نہیں ملتا۔ آپ کے فرزند عبدالرحمن (جو حضرت عائشہ کے حقیقی بھائی تھے) صلح حدیبیہ کے وقت مسلمان ہوئے اور جنگ بدر میں حضرت رسولخدا کے ساتھ لڑے تھے (اصابہ ج ۴ صفحہ ۱۶۸)

آٹھویں فصل

حضرت عائشہ کی شادی کیوں اور کس طرح کی جب کہ وہ صرف چھ سال کی تھیں

مورخین و محدثین اسلام میں اس امر کے متعلق اختلاف ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے اپنی طرف سے جناب عائشہ کی خواستگاری کی یا حضرت ابوبکر نے خود ہی اس کا انتظام فرمایا۔ کچھ لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت خدیجہ کے انتقال پر ایک صحابیہ خولہ بنت حکیم نے آنحضرت سے فرمایا کہ آپ نکاح کرلیں اور انھیں نے دو نام پیش کئے۔ سودہ جو بیوہ تھیں اور حضرت عائشہ جو کنواری تھیں۔ آنحضرت نے منظور فرمالیا اور دونوں نکاح ہوگئے (تاریخ خمیس جلد ا صفحہ ۳۴۵)

اور کچھ لوگوں کی تحقیق ہے کہ خود حضرت ابوبکر نے آنحضرت صلعم کی تنہائی پسند نہیں کی اور جناب عائشہ کو حضرت کی خدمت میں پیش کردیا۔

جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے تحریر فرمایا ہے۔

و از آں جملہ آں است کہ چوں حضرت خدیجہ متوفے شد صدیق عائشہ را در عقد آنحضرت در آورد و در آں باب ادبے کہ بہتر ازآں صورت نہ بندد رعایت نمود عن حبیب مولے عروۃ قال لما ماتت خدیجۃ حزن علیہا النبی فاتاہ ابوبکر بعائشہ فقال

حضرت ابوبکر کے فضائل سے یہ بھی ہے کہ جب حضرت خدیجہ نے انتقال کیا تو حضرت صدیق نے جناب عائشہ کو آں حضرت کے عقد میں دے دیا اور اس باب میں اس ادب کو ملحوظ رکھا جس سے بہتر ہو ہی نہیں سکتا ہے۔ حبیب مولے عروہ بیان کرتے تھے کہ جب حضرت خدیجہ نے انتقال کیا تو اُنکی جُدائی پر حضرت رسولخدا صلعم کو بڑا صدمہ ہوا۔ یہ دیکھکر حضرت ابوبکر جناب عائشہ

یا رسول اللہؐ ھذہ تذھب ببعض
حزنك وان فی ھذہ خلفا
من خدیجة ثم ردھا فکان
رسول اللہؐ یختلف الی
ابی بکر الحدیث اخرجه الحاکم
من طریق محمد بن عمرو عن
عائشة قالت قدمنا المدینة
فنزلت مع عیال ابی بکر
ونزل الی رسول اللہؐ
وھو یومئذ یبنی المسجد وابیاتنا
حول المسجد فانزل فیھا اھله ومکثنا
ایاما فی منزل ابی بکر قال
ابوبکر یا رسول اللہ ما یمنعك
ان تبنی باھلك فقال رسول اللہؐ
الصداق۔ فاعطاہ ابوبکر اثنی
عشر اوقیة ونشا۔ فبعث
رسول اللہؐ الینا وبنی بی
رسول اللہؐ فی بیتی ھذا الذی
انا فیه۔
(قرۃ العینین ص۱۱۱ وازالۃ الخفاء
مقصد ۲ ص۱۱ واستیعاب
جلد ۲ ص۷۶۵ ومستدرك
جلد ۴ ص۵ وغیرہ)

کو حضرت رسول کی خدمت میں لائے اور
کہا یا رسول اللہؐ یہ بچی آپ کے صدمہ کو
کچھ کم کرے گی۔ اور اس میں حضرت
خدیجہ کی قائم مقامی کی صلاحیت ہے۔
پھر حضرت ابو بکر ان کو واپس لے گئے۔
اسکے بعد حضرت رسولخدا صلعم برابر حضرت ابوبکر کے
گھر آنے جانے لگے۔ اس حدیث کو امام حاکم
نے محمد بن عمرو کے طریق سے روایت کی ہے۔ اور خود
حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ ہم لوگ مدینہ میں آئے
تو حضرت ابوبکر کے عیال کے ساتھ اُترے اور
ہمارے قریب ہی حضرت رسولخدا صلعم بھی ٹھہرے
تھے۔ حضرت اس وقت مسجد بنواتے تھے
اور مسجد کے گرد ہم لوگوں کے گھر تھے۔ انہیں میں
حضرتؐ نے اپنے عیال کو بھی اُتارا اور ہم لوگ
کچھ دنوں تک ابوبکر کے گھر میں رہے (ایک
روز) حضرت ابوبکر نے کہا اے رسولخداؐ آپ
اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کیوں نہیں کرتے
حضرتؐ نے فرمایا ابھی مہر کا روپیہ نہیں ہے۔ اس پر
حضرت ابوبکر ہی نے حضرت رسولخدا صلعم کو ساڑھے
بارہ اوقیہ دیا۔ تب حضرت رسولخدا صلعم
نے ہمارے ہاں بھیجا اور جس گھر میں
اس وقت میں ہوں اسی میں حضرتؐ نے
میرے ساتھ جماع کیا۔

حضرت رسولخدا صلعم کے ہاں جناب عائشہ کی رخصتی کس طرح ہوئی اسکے متعلق شاہ

عبدالحق صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں:-

ومرویست از عائشہ رضؓ کہ گفت
چوں ما بمدینہ آمدیم پدر
من ابوبکر صدیق در محلہ
سنخ بر حبیب بن لیاف یا بر
خارجہ بن زید فرود آمد۔
روزے آں حضرت بمنزل
آمد و نزد آں حضرت
جمعے از
مردان و زنان انصار گرد آمدند
و مادر من مرا گرفت و موے مرا
شانہ کرد و فرق نہاد و
روے من بشست و مرا
می کشید تا بدر خانہ کہ آں
حضرتؐ می بود رسانید
نفس من بر من تنگ آمد
پس لحظہ توقف کرد تا سکینے
و آرامے در من پیدا شد۔
پس در آورد مرا درون
خانہ۔ دیدم کہ آں سرور
بر سریر نشستہ است۔ مادر
من مرا برد۔ و در کنار آں
حضرت نشاند و گفت یا
رسول اللہ ایں اہل تست خدائے

مروی ہے خود حضرت عائشہ سے کہ
فرماتی تھیں جب ہم لوگ مدینہ میں آئے
تو میرے ابا جان ابوبکر صدیق محلہ
سنخ میں حبیب بن لیاف یا خارجہ
بن زید کے ہاں اُترے۔ ایک روز
حضرت رسولخدا صلعم منزل میں تشریف
لائے اور حضرتؐ کے پاس انصار کے
مردوں اور عورتوں سے بہت لوگوں کا
مجمع تھا۔ اس وقت میری اماں جان
نے مجھے پکڑا۔ میرے بالوں میں
کنگھی کر دی اور مانگ نکال دی اور
میرا منہ دھو دیا اور مجھ کو کھینچتی ہوئی اُس
گھر کے اندر جس میں حضرت رسولخدا صلعم
تھے پہونچا دیا۔ میرا نفس مجھ پر تنگی
کرنے لگا۔ پس تھوڑی دیر کے لئے
توقف کیا تا کہ مجھ میں کچھ تسکین اور
آرام پیدا ہو جائے۔ اسکے بعد مجھے
کمرے کے اندر لے گئیں۔ میں
نے دیکھا کہ حضرت رسول اللہؐ ایک
تخت پر بیٹھے ہیں میری اماں جان
مجھے لے گئیں اور حضرتؐ کی
گود میں مجھے بٹھا دیا۔ اور
کہا اے رسول خدا یہ آپکی

تعالے برکت کناد در وے از برائے تو و برکت کناد در تو از برائے وے پس مردم از خانہ بیرون رفتند و حضرت بمن زفاف کرد۔ و ہیچ شتر و گوسفندے نہ کشتند و طعام عروسی کہ آں را ولیمہ گویند کاسۂ شیر بود کہ از خانۂ سعد ابن عبادہ آمدہ بود و من در آں روز ۹ سالہ بودم و از اسماء بنت عمیس مرویست کہ گفت من در روز زفاف عائشہ موجود بودم واللہ کہ در آں روز ہیچ طعام ولیمہ حاضر بنود الا قدح شیرے کہ پیغمبر مقدارے ازاں تناول فرمود بعد از اں بہ عائشہ داد۔ وے شرم داشت کہ بگیرد۔ من گفتم دست پیغمبر را رد مکن وبستاں پس بشرم تمام آں را گرفت و مقدارے ازاں بیاشامید

(مدارج النبوۃ جلد ۲ صہ ۸۹)

بیوی ہے۔ خدا اسکی ذات سے آپ کے امور میں اور آپ کی ذات سے اسکے امور میں برکت دے۔ اس کے بعد لوگ اس کمرے سے باہر چلے گئے اور حضرتؐ نے میرے ساتھ زفاف کیا۔ اور کوئی اونٹ یا بکرا ذبح نہیں کیا۔ اور شادی کا کھانا جس کو ولیمہ کہتے ہیں ایک پیالہ دودھ تھا جو سعد بن عبادہ کے گھر سے آیا تھا۔ اور میں اس روز نو برس کی تھی۔ اور اسماء بنت عمیس سے مروی ہے وہ کہتی تھیں کہ میں عائشہ کے زفاف کے روز موجود تھی۔ خدا کی قسم اس روز طعام ولیمہ کی کوئی چیز بھی موجود نہیں تھی سوا ایک پیالہ دودھ کے جس سے تھوڑا سا حضرت رسولخدا صلعم نے نوش فرمایا اور باقی عائشہ کو دیا۔ عائشہ نے اس کے لینے میں شرم کی میں نے کہا پیغمبر کے ہاتھ کو رد نہ کرو اور لے لو۔ اس پر عائشہ نے پوری شرم سے وہ پیالہ لے لیا اور اس سے تھوڑا سا پی گئیں۔

ان دونوں سے پہلا قول کہ خولہ بنت حکیم کی خواہش پر حضرتؐ نے اس نکاح کو منظور کیا عقل کے مطابق نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ جب شوال سنہ ۳ قبل ہجرت مطابق

مئی ۶۲۰ء میں نکاح ہوا جب موصوفہ صرف چھ سال کی تھیں اور سلہ ہجری میں زفاف ہوا تو تین سال تک اس نکاح سے فائدہ کیا سوچا گیا۔ حضرت رسولخدا صلعم کا کوئی فعل عقل کے خلاف اور مصلحت سے خالی نہیں ہو سکتا تھا اور چھ سال کی بچی سے نکاح کی خواہش کرنے میں کوئی مصلحت نظر نہیں آتی ہے۔ اگر اس وقت حضرت رخصت کرا کے اپنے گھر لاتے تو یہ فعل قابل اعتراض نہیں ہوتا کیونکہ گھر کا کام کرنا اس کا آباد رکھنا جناب سیدہؑ کی دلبستگی وغیرہ مصالح ہو سکتے تھے مگر موصوفہ تو نکاح کے بعد بھی اپنے گھر ہی رہیں۔ اور آپ پر بچپنا اس قدر غالب تھا کہ رخصتی ہونے پر بھی برابر گڑیاں کھیلتی رہتی تھیں۔ ایک مرتبہ آپ حسب معمول گڑیاں کھیل رہی تھیں کہ رسول اللہؐ پہونچ گئے۔ گڑیوں میں ایک گھوڑا بھی تھا جسکے دائیں بائیں دو پر لگے ہوئے تھے۔ حضرتؐ نے پوچھا عائشہ یہ کیا ہے؟ جواب دیا کہ گھوڑا ہے۔ آپ نے فرمایا اور ہوا! گھوڑوں کے پر بھی ہوتے ہیں؟ انھوں نے برجستہ کہا "کیوں؟ حضرت سلیمانؑ کے گھوڑوں کے پر نہیں تھے"؟ اس جواب پر حضرت ہنس پڑے (مشکوٰۃ باب عشرۃ النساء و ابوداؤد کتاب الادب وغیرہ) ان وجوہ سے یہی ماننا پڑے گا کہ خود حضرت ابوبکر نے یہ شادی کی مگر ممدوح نے جو اسکی وجہ فرمائی کہ یا حضرت یہ آپ کا غم کچھ غلط کرینگی اس کا کیا مطلب تھا؟ اسلئے کہ چھ برس کی بیوی ۵۳ برس کے شوہر کا غم کس طرح غلط کر سکتی ہے درصورتیکہ صرف نکاح کا صیغہ جاری ہوگیا اور لڑکی اسی طرح اپنی جگہ رہی۔ ممدوحہ کو تو اس کا علم بھی نہیں ہوا۔ وہ خود فرماتی تھیں کہ "جب میرا نکاح ہوا تو مجھ کو خبر تک نہیں ہوئی۔ جب میری والدہ نے باہر نکلنے میں روک ٹوک شروع کی تب میں سمجھی کہ میرا نکاح ہو گیا۔ اس کے بعد میری والدہ نے مجھے سمجھا بھی دیا" (طبقات ابن سعد صفحہ ۱۴۰) غرض یہ نکاح بھی اسلامی تاریخ کا ایک معمہ ہے رہا یہ امر کہ خود حضرت رسولخدا صلعم نے ایسی کمسنی میں یہ نکاح کیوں منظور کیا؟ تو حضرت نہایت کریم النفس وسیع الاخلاق تھے۔ اسلئے مباح درخواست کو رد کرنا پسند نہیں فرمایا۔

نویں فصل

کیا چھ سالہ لڑکیوں کی شادی عرب کے شریف لوگوں میں ہوتی تھی؟

نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ادب۔ تاریخ۔ سیرۃ کی کتابوں میں اس سوال کا جواب کسی طرح اثبات میں نہیں ملتا ہے اور عقلاً بھی اس عمر میں لڑکیوں کی شادی کسی ملک میں پسند نہیں کی جاسکتی۔ عرب کے حالات زیادہ تر یا ادب کی کتابوں میں ہیں یا تاریخ کی مصنفات میں لیکن سب کی سب اس کی مثال پیش کرنے سے ۔۔۔ ہیں۔ صحابہ کے حالات میں علامہ ابن حجر کی کتاب الاصابہ بہت مفصل اور جامع ہے اسکی جلد ہشتم صرف عورتوں کے حالات میں ہے اس میں ۱۵۴۵ صحابیات کے حالات مرقوم ہیں۔ ان میں بہت کچھ تلاش کی گئی مگر کسی کے متعلق یہ ذکر نہیں ہے کہ ۔۔۔ نکاح چھ سال کی عمر میں ہوا تھا۔ متعدد صحابیات کی تاریخ وفات اور مدت ۔۔۔ مذکور ہے ان سب کے حساب کرنے سے بھی کسی عورت کی عمر اسکی شادی کے وقت چھ سال کی نہیں نکل سکی۔ حالانکہ مذکورہ بالا ڈیڑھ ہزار سے زیادہ ۔۔۔ میں مختلف مقامات۔ مختلف قبائل۔ مختلف خاندان کی عورتوں کے حالات مذکور ہیں۔ خود حضرت ابوبکر کی دوسری بیٹی اسماء کی شادی اس عمر میں ثابت نہیں ہو سکی۔ ان کے تین بیٹے تھے مگر کسی بیٹے کی شادی ایسی لڑکی سے نہیں ۔۔۔ جس کی عمر شادی کے وقت چھ سال کی ہو۔ حضرت عمر کی بھی کئی بیٹیاں اور بیٹے ہوئے مگر نہ کسی بیٹی کے بارے میں پتا چلتا ہے نہ کسی بہو کے متعلق کوئی دلیل ملتی ہے کہ اس کی عمر شادی کے وقت چھ سال کی ہو۔ حضرت عثمان کی ۱۷ اولادیں ہوئیں مگر ان میں بھی ایسی کوئی نہیں مل سکی۔ خاندان بنی امیہ و بنی عباس میں بھی کسی لڑکی کا پتا نہیں مل سکا کہ چھ سال کی عمر میں اسکی شادی ہوئی یا صرف نکاح ہی کر دیا گیا ہو۔ اس سبب سے کہنا پڑتا ہے کہ اس وصف